بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوحۂ زندگی

مصنفہ

مصور غم علامہ راشد الخیری دہلوی

مصنف

درشہوار۔ صبح زندگی۔ شام زندگی۔ شب زندگی۔ تائید غیبی وغیرہ

جسے

محمد عباس حسین قاری ایڈیٹر رسالہ تمدن

نے

پانچویں بار اپریل سنہ ۲۴ء

میں مرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع دہلی میں

چھپوا کر دفتر رسالہ تمدن مٹیا محل دہلی سے شائع کیا

جملہ کتب ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ تمدن مٹیا محل دہلی

تصانیف مصوّرِ غم علامہ راشد الخیری دہلوی

صبح زندگی عہ
شام زندگی عہ
شب زندگی ہر حصہ ۱۲؍
تائید غیبی ۸؍
الزہرا ۱۴؍
جوہر قدامت عہر
یاسمین شام عہر
سمرنا کا چاند عہر
منازل السائرہ عہ
عروس کربلا عہر

درِ شہوار (ایڈیشن دوم)

لوگ مولانا کو ٹریجیڈی کا بادشاہ سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ آپ گھریلو حالات اور عورتوں کے جذبات کا فوٹو اتارنے میں فرد ہیں لیکن اس کتاب میں آپ کو ان دونوں باتوں کے علاوہ حسن و عشق کی چاشنی بھی ملیگی۔ مولانا نے اسوقت تک جو کتب لکھی ہیں انمیں سے اکثر سوشل حالات پر مبنی ہیں اس کتاب میں ناظرین کو ٹریجڈی کومیڈی رزم اور بزم سب کچھ ملیگا۔ مولانا کا انداز بیان اور ٹریجڈی یہ انہیں کا حصہ ہی لیکن مازندران ستیان اور ایران کی لڑائیوں کے جو نقشے مولانا نے اس کتاب میں کھینچے ہیں وہ بھی اس قابل ہیں کہ انکی قدر کیجائے قیمت ۱؍

مصورِ غم کے رنگ میں الم رقم کی تصانیف

جس کی ایک تعریف یہ ہی کہ عام طور پر وہ مولانا راشد الخیری کی تصانیف سمجھی جاتی ہیں

انجام زندگی
مصنفہ جناب ضیاالنساء بیگم صاحبہ

تین مختلف الخیال لڑکیوں کی اول سے آخر تک زندگی۔ ایک نے کیونکر گھر جنت کا نمونہ بنایا، دوسری نے کیونکر اچھے خاوند کو اوباش و آوارہ کردیا۔ تیسری کی زندگی بزرگوں نے ایک بڈھے کے پلے باندھکر تباہ کی۔ قیمت آٹھ آنے (۸؍)

فریب زندگی۔ ایک خاندان کی عبرت انگیز داستان ۴؍

بنت الوقت ۸؍
سراب مغرب ۸؍
موودہ ۸؍
سات روحوں کے اعمالنامے ۶؍
گوہر مقصود ۶؍
انگوٹھی کا راز ۸؍
جوہر عصمت ۶؍
نقش وداع ۶؍
آفتاب دمشق عہ
فسانہ سعید ۱۰؍

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

کچھ ایک اکیلے مرزا قدیر ہی پر منحصر نہیں یوسف شاہی خاندان کا ہر فرد اس مرض میں گرفتار تھا کہ دنیا کی ہر مصیبت زندگی کی ہر آفت اور عمر کی ہر زحمت منظور مگر بیوہ کا نکاح منظور نہیں کچھ ایسے سنگدل لوگ اور کٹر دل تھے کہ مہینہ دو دو مہینہ کی بیاہیاں دنیا کی ہر راحت اور نعمت کو ترستی پھڑکتی بڑھیا ہوئیں لیکن ان کا دل نہ پسیجا سونے پر سہاگہ یا زخم پر کچوکے یہ تھے کہ پہننا اوڑھنا سرمہ کاجل، مہندی مسی ہر چیز حرام تھی۔ ایسی ہی اشد ضرورت ہو۔ اور سر چکٹنے لگے تو دھوئی تلی کا تیل وہ بھی رات کو چپکے سے ڈال کر گوندھ لو ورنہ بُرے حال بد تر احوال ماماؤں لونڈیوں کی طرح سے میلے چکٹ کپڑے ہاتھ ہیکڑا نہ پاؤں پیکڑا زندگی کے دن پورے کر لو قدیر کا مرض ذاتی نہیں موروثی تھا دونوں حقیقی پھوپیاں ایک نویں دن اور ایک تیسرے سال رانڈ ہوئیں دنیا ہی نے زور لگایا مگر مغلوں نے اپنی آن نہ توڑی گویا شرافت کا انحصار ہی اسپر تھا اسی اسی برس کے بڈھے پھوس جو قبروں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے اپنی آنکھ سے دیکھتے کہ چودہ چودہ پندرہ پندرہ برس کی لڑکیاں بالی نہ بُندا انگا یہ بھٹی نہ چھلا کلیجہ مسوس کر اور دل مار کر صبح سے شام اور شام سے صبح کر رہی ہیں۔ مگر کان پر جوں نہ چلتی یہ نہیں کہ مذہب سے الگ ہوں ایک اس لغویت کو

چھوڑ کر جیسا اسلام ان کا تھا خدا سب مسلمانوں کو نصیب کرے دس برس کا بچہ بھی اگر نماز جماعت سے نہ پڑھے تو کھانا نصیب نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا ایسے سچے مسلمان ہو کر اس خاص حکم کے دشمن کیوں تھے نماز روزہ حج زکوٰۃ کوئی فرض ایسا نہ تھا کہ رتی بھر یا تل برابر کمی آجائے۔ بڑے سے چھوٹے اور مرد سے عورت تک سب حاجی تھے مگر اس رسم نے تمام خوبیاں ملیا میٹ کر دی تھیں شہر کا کوئی خاندان اور محلہ کا کوئی انسان ایسا نہ تھا جس میں اور جس کی نگاہ میں یوسف شاہی نکو نہ ہوں لیکن اللہ کے بندوں نے کبھی کسی کی پرواہ نہ کی اور وہی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد چنی اس رسم کا جو رحم نہیں ظلم اور ظلم بھی ایسا جگر خراش جس کے خیال سے اذیت ہوتی ہے نتیجہ صاف تھا شوہر کی موت لڑکی کی نگاہ میں اس کی اپنی موت تھی اسکو مر کر موت آتی تھی اس کو جیتے جی کسی سے بولنے کا حکم نہ تھا کسی سے ملنے کی اسے اجازت نہ تھی کسی خوشی میں شریک ہونے کے قابل وہ نہیں کسی رنج میں ساتھ دینے کے لائق وہ نہیں وہی ایک کمرہ یا کوٹھڑی جو میسر آگئی اس میں ہر وقت تنہا ہوئی بیٹھی رہی رات کو چوہوں کی طرح باہر نکلے جو کرنا دھرنا ہو کر کر پھر اندر داخل ❊

ایک دو نہیں آٹھی سات پشتوں تک یوسف شاہی ان مظالم میں کامیاب رہے اور اس عرصہ میں خدا جھوٹ نہ بلائے تو ڈیڑھ سو سے اوپر لڑکیاں ہونگی کہ کفن میں موت کے گھاٹ اتار دیں مگر واہ رے یوسف شاہی بیٹیں تخت کی بیاہی تک رانڈ ہوئیں اور تمام رنڈاپا ماں باپ کی دہلیز پر بہن بھاوجوں کے سامنے کاٹ دیا لیکن کیا مجال جو کسی کو آنچل تک دیکھنا نصیب ہو ظاہر قدیر کی سگی چچازاد بہن شعبانہ تو ایسی بدنصیب نکلی کہ شوہر کی صورت تک دیکھنی نصیب نہ ہوئی گھونگٹ کی دلہن رانڈ ہوئی اور میاں کے بعد تیرہ سال زندہ رہی مگر صورت تو کیسی آواز تک کسی غیر کو نہ سنائی ❊

یوسف شاہی خاندان کی باگ جس وقت مرزا قدیر کے ہاتھ میں آئی ہے تو یہ وہ

زمانہ تھا کہ تعلیم بہت کچھ ترقی کر چکی تھی جہالت کا بڑا حصہ فنا ہو گیا تھا پہلی چالیسواں چوتھی چالے یہ اور اس قسم کی قریب قریب تمام رسمیں مرزا نے بند کر دی تھیں لیکن بیوہ کا نکاح کرتے۔ اس کے بھی ہوش باختہ ہوتے تھے حقیقی بہن گھر میں رانڈ سرجو تھی اور مشکل سے بائیس تئیس برس کی عمر ہو گی مگر اس کے نکاح کا خیال کبھی بھولے سے بھی دماغ میں نہ آیا جوان مری ترستی گئی پھڑکتی اٹھی شعبانہ کے بعد یہ دوسرا موقعہ تھا کہ اگر شقی القلب سبق لیتے تو اس صورت میں بہت کچھ تھا مگر صد آفریں مخلوق ہے اور ہزار رحمت ہو قدیر پر کر ماجائی ہنس ہنس کر اور لہک لہک کر زمین کا پیوند کر دی اور تیوری پر بل نہ آیا +

(۲)

قدیر کہنے اور گننے کو تو کئی بچوں کا باپ تھا اور سمجھا جا سکتا ہے مگر وہ یا تو پیدا ہوتے ہی یا چند مہینوں ہی کے چل دیئے دو البتہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی دانت ڈاڑھ لانگ پھلانگ پانچ اور سات برس کے ہوئے نا انصافی ہو گی اگر ہم یہ کہیں کہ مسلمانوں کی عام حالت کے موافق قدیر اور اسکی بیوی فیروزہ اپنے بچوں احتشام اور حشمت کی پرورش میں کوئی امتیاز رکھتے تھے دونوں کا پیٹ پیچھا ہے خدا اس بیچاری کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے کھلانے میں پلانے میں کپڑے میں لتے میں دونوں آنکھیں برابر سمجھتی اور ایمان کی بات یہ ہے کہ قدیر نے بھی اس پر اعتراض کرنا ناجائز سمجھا ممکن ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ حشمت سے اوپر دو بچے ضائع ہو چکے تھے اس لیئے وہ پھوٹی آنکھ کا دیدہ تھی یا اس لیئے کہ مسلمان تھے مذہب کی وقعت رگ رگ میں تھی لڑکا لڑکی دونوں برابر تھے بہرحال اس لیئے یا اس لئے قدیر اور فیروزہ دونوں کو حشمت احتشام سے کم نہ تھی دن آنکھ بند کرکے اور وقت ہوا کی طرح گزرا اور وہ وقت آیا کہ ماں اور باپ دونوں کو حشمت کے بیاہ کا فکر ہوا اور وہ ننھی سی جان جو کل تیلی کی طرح گھر بھر میں باتیں

ملکاتی اور غضب ڈھاتی پھرتی تھی آج جوان معلوم ہونے لگی یہ بھی عجیب وقت
تھا وہی ماں باپ جو اس کے قدموں کے نیچے آنکھیں بچھاتے تھے اب اس کے
نکالنے کی فکر میں تھے۔ اور یہ سہم ایسا چڑھا تھا کہ دن رات کے کسی لمحہ میں اس فکر سے
آزاد نہ ہوتے تھے قدیر تو خیر مرد بچہ تھا مگر فیروزہ کے واسطے تو حشمت مفت
کی مصیبت تھی کہ جتنا وہ بڑھتی تھی یہ گھٹتی وہ موٹی یہ دبلی وہ تیار یہ لاغر بالکل کر
قدیر شاید دوسرے مراحل یا زندگی کی اور کشمکشوں میں بیٹی کو بھول جاتا ہو مگر گھر میں
تو میاں بیوی کی گفتگو کا اکثر مقصد یہی ہوتا یہ نہ تھا کہ لڑکوں کی کمی ہو اگرچہ سننے میں
وہاں بھی اور جب بھی یہ ہی آیا اور آج بھی اور اب بھی یہی سنتے ہیں کہ لڑکوں کا
پتہ نہیں گھر کے گھر کوار کوٹ چھنے پڑے ہیں لیکن یہ خیال جب بھی غلط تھا اور
اب بھی وہاں بھی اور یہاں بھی کل بھی اور آج بھی بیٹیوں کو بیٹوں کی کمی نہ بیٹوں کو
بیٹیوں کی حقیقتاً اس کمی کے ذمہ دار مسلمان اور مسلمانوں کا تمدن، حالات نے کچھ
ایسی مکروہ صورت اختیار کر لی ہے کہ شوہر جسکو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے تھا
کہ جو سلوک میں آج ایک باپ کی لڑکی سے کر رہا ہوں کل یہ ہی توقع مجھ کو
اس سے رکھنے چاہیئے جو شوہر کی حیثیت میں میری لڑکی کے سامنے آیا ہے
اس وقت نفسانیت کے مقابلہ میں توقعات کو ختم کر دینا ہے اور صرف اس لیئے
کہ ابھی لڑکی کا باپ نہیں ہوا شوہر اپنی حکومت کے زعم میں ہر جائز و ناجائز سلوک
روا رکھتا ہے لیکن جب وقت نفسانیت کو کمزور کرتا ہوا بیٹی کا باپ بنا دیتا
ہے اسوقت داماد سے کچھ اور ہی توقعات پیدا ہونی شروع ہوتی ہیں مگر ان
توقعات کے پورا نہ ہونے سے اسکو شکایت کا حق ہی کیا ہے جو خود نہ کرے
اس کی توقع اوروں سے کیوں رکھے یہی ہے مسلمانوں کی وہ نفسانیت جس نے
لڑکیوں کی مٹی پلید کر رکھی ہے رونے کی آواز ہر طرف سے کان میں آتی ہے۔

بکہ ہائے بر نہیں، کیوں نہیں، بر بہت یہ کہو کہ ڈھنگ کا نہیں اس کے ذمہ دار ہم خود۔ مانگہ جو رکھوایا اور لوجو دیا اگر تمہاری لڑکی جان رکھتی ہے تو پرائی جائی بھی کوڑے پڑی نہ تھی جس طرح یہ کلیجہ کا ٹکڑا ہے اسی طرہ وہ بھی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اگر اس کو گھر کی ملکہ بنایا تو شوہر سے کیوں وقت سے توقع رکھو کہ تمہاری لڑکی بھی گھر کی ملکہ بنے اور اگرادنی اسی غلطی پر زبان کا ٹانکا ٹوٹ گیا تو اس وقت دنیا کا انتظام اس بے زبان کا بدلہ لے گا اور جو زبان اس وقت خاموش اور جو آنکھیں اس وقت نم ہو کر بے لبسی اور بے کسی کی حالت میں جواب نہ دے سکیں آج وہی آنکھیں اور وہی زبان ایک دوسری صورت میں مُنہ توڑیں گی وہ شوہر جو اس وقت نہایت اطمینان سے یہ سمجھ کر کہ مجھ کو عورت پر ہر قسم کی حکومت کا حق حاصل ہے اور میری طاقت اس سے یقینی افضل ہے اس کے بزرگوں کی توہین کرنا معمولی بات سمجھ رہا ہے وہ یہ بھی یقین کرلے کہ میں اس وقت اس آبادی کی بنیاد پختہ کر رہا ہوں جس کے بستی والے مجھ کو کیا میرے باپ دادا کو بھی نہ چھوڑیں گے المختصر یہ تھے وہ اسباب جنکی وجہ سے حشمت کا کوئی پیغام قدیر اور فیروزہ کی رائے میں مناسب تھا کہیں بدمزاجی کا اندیشہ کسی جگہ لاپروائی کا ڈر۔ ایک جگہ ساس کی سختی سے فکر تھا تو دوسری جگہ نند کی زیادتی سے کہیں باپ اگلا جاتا تھا تو کہیں دادا غرض جو پیغام آتا تھا وہ مسترد اور جو تجویز ہوتی تھی وہ نامناسب دو سال کا عرصہ اسی چکر میں بسر ہوا اور اب حشمت خاصی سولھویں سال میں تھی اول تو یوں ہی بدن خاصا تھا اس پر بے فکری اور آزادی وہ قد قامت۔ اور رنگ روغن نکلا کہ فیل کی فیل معلوم ہوتی تھی اس نے اور بھی دونوں کی جان پر بنادی اور اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ جس طرح ہو سکے جلدی کر دو بول پڑھا لڑکی رخصت کریں یہ حالت

کچھ غریب قدیر اور بدنصیب فیروزہ ہی پر نہیں اکثر ماباپ پر گزری اور گذرتی ہے اور اگر یہی لیل و نہار ہیں تو گزرتی رہے گی جڑ ان تمام خرابیوں کی وہی ایک ہے یہ بیل کہیں دیواروں پر کہیں درختوں پر کہیں منڈیری پر اور کہیں چھجے پر مگر اصلیت وہی ایک لڑکے والے اس لئے کہ ان کا بیٹا ہے چاہے والد صاحب خود ایک چھوڑ سات بیٹیوں کے باپ ہوں دنیا بھر کے اغماض کرنے کو سہ جوڑا چڑھاوا خاک نہ ہو مگر جہیز میں لال قلعہ بھی کم مگر کتنا اچھا ہوتا کہ شیخ صاحب اتنا بھی سوچ لیتے کہ چار دفعہ لڑکی کے باپ ہونے کی حیثیت سے بھی کام کر چکا ہوں اور ابھی تین بیٹیاں اور بچنی ہیں "۔

الغرض یہ وہ وقت تھا کہ مرزا کو اتنی گنجایش کا بھی موقعہ نہ رہا کہ اچھی طرح تحقیقات بھی تو کر سکتا اب یہ تقدیر سمجھو یا اتفاق کہ جوں جوں ضرورت زیادہ محسوس ہوئی توں توں پیغاموں میں کمی یہاں تک کہ سترھویں سال کے شروع ہوتے ہی تو کچھ ایسے منحوس دن آئے کہ پیغام نام کو نہ رہا وہ جو برے بھلے ناقص خراب اب تک موجود بھی تھے اب ان کے بھی لالے پڑ گئے جن سے قطعاً انکار بالکل جواب تھا قصد کیا کہ ان ہی میں سے کسی کے سر چپکیں۔ مگر اب وہ بھی نہ رہے۔ یہ فکر کچھ اس طرح ہاتھ دھو کر پیچھے پڑا کہ دونوں میاں بیوی اس کے سوا سب بھول گئے ایک رات کا ذکر ہے قدیر گرمی کے موسم میں بے خبر پڑا سوتا تھا آسمان صاف تھا چاند اور تارے چمک دمک رہے تھے کہ دفعتہً شب ماہ نے رنگ بدلا اور ابر کی نقاب سیاہ رخ روشن پر ڈالی تین بجے ہوں گے کہ پانی پڑنا شروع ہوا قدیر صحن میں تھا کچی نیند میں اٹھا اندر گیا لیٹا سونا چاہا کروٹیں لیں مگر قسمت کا فکر اس وقت کچھ اس بری طرح پیچھے لپٹا کہ لاکھ سونے کا قصد کرتا تھا مگر نیند مطلق نہ آتی تھی آج پرواز تخیل قدیر کو عمر گزشتہ کی طرف لے گئی اور دل نے صدا

دی کہ جس طرح دنیا عالم اسباب ہے اسی طرح انسان کی ہر حالت اس کے اپنے عمل ہیں راحت والم غرض ہر کیفیت ثمر ہیں اس بیج کا جو اس نے بوئے اسی مسئلہ پر غور کرتا ہوا قدیر اس وقت پر پہونچا جب حقیقی پھوپی جس کی لڑکی سے اس کا نکاح ٹھیرا تھا بیوہ ہو کر بے ایمان چچا کے ہاتھوں ترکہ پدری سے محروم کی گئی اور دیکھتے دیکھتے کچھ ایسا انقلاب ہوا کہ جس دروازہ پر گھوڑے جھولتے اور ہاتھی جھومتے تھے وہاں دانت کریدنے کو تنکا نہ رہا اور وہ اکرامی جس کے تمول کا سکہ محلے اور کنبہ میں بیٹھا ہوا تھا شوہر کی موت سے ایک ایک پیسہ کو محتاج ہو گئی۔ اکرامی ایک آٹھ برس کی بچی کو لے کر رانڈ ہوئی تھی اور ابھی وہ سماں دیکھنے والی آنکھیں زندہ تھیں کہ منگنی کی پانچ من سٹھائی کے بدلے جو قدیر کے باپ نے بھیجی بہن نے سات من سٹھائی کا حصہ صرف دولہا کا بھیجا تھا چار ساڑھے چار سال جب تک اکرامی کا وقت بنا رہا عیدی بقرہ عیدی کا لین دین اس نے اس طرح کیا کہ کنبہ بھر واہ واہ کرتا تھا مگر جب شوہر کی موت نے بدنصیب اکرامی کا تمول افلاس سے بدلا یا تو مسلمانوں کی جماعت نے اس کی عزت ذلت سے بدل دی اور اب وہی اکرامی جس میں سینکڑوں خوبیاں تھیں اس میں ہزاروں کیڑے پڑنے لگے بیوہ نے وقت کا ایک خاصہ حصہ شوہر کے بعد اسی شان سے گزار دیا مگر جب حالت روز بروز بدتر ہوتی گئی تو ایک روز صبح کے وقت جب وہ اپنے افکار پر غور کر رہی تھی اور بہتری کی ہر توقع ختم اور کامیابی کی ہر کوشش بے سود نظر آئی اور یہ دیکھا کہ جو ہاتھ اشرفیوں کے لٹانے سے کبھی نہ تھکے وہ آج پیسوں کو ترس رہے ہیں اور جو جسم سونے روپے سے جگمگاتا رہا اس وقت اس پر ڈھنگ کا کپڑا بھی نہیں تو اس کے سوا کوئی صورت نظر نہ آئی کہ بیٹی کو رخصت کر کے ہجرت کروں شوہر کے بعد کچھ توقع بھائی سے تھی وہ بھی نہ رہا۔

سانس بھر الٹی چلی گئی ۔"

آج قدیر کو معلوم ہوا کہ اس کی خاموشی نے جو کھلا ہوا انکار اس کے تامل نے جو یقینی جواب تھا غریب پھوپی کے دل پر گیا بجلی گرائی ہو گی وہ اس وقت تھرا اٹھا اس زخم پر نمک یہ تھا کہ اکرامی مر چکی تھی اور اتنا موقع بھی نہ تھا کہ اس کے قدموں پر گر گریا سینہ سے لپٹ کر معافی مانگ لیتا وہ اسی طرح بیٹھا اپنے اس فعل پر افسوس اور اپنے اوپر ملامت کر رہا تھا کہ شب سیاہ نے روز روشن سے بغلگیر ہونے کو اپنے ہاتھ بڑھائے پو پھٹنی شروع ہوئی اور قدیر نماز کے واسطے مسجد میں گیا ۔"

(۳)

ڈھائی کیسے تین سوا تین سال اور گزرے اس عرصہ میں قدیر اگر بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہو جاتا تو یہ انسانی فطرت تھی کہ وہ اپنے اس رکیک فعل اور لغو حرکت کو بھول بسر جاتا لیکن ناکامی میں وہ خیال رہ رہ کر اذیت دیتا اور تھم تھم کر کلیجہ برماتا اب نوبت یہاں تک پہونچ چکی تھی کہ دونوں میاں بیوی بالکل تیار تھے کہ اگر جھوٹے موٹے بھی کوئی آکر پیغام دے تو سچ مچ ہاں کر لیں ۔ مگر بیوہ کا دل جسکو قدیر نے بے دردی سے ٹھکرایا پھوپی کی خواہشیں جن کو بھتیجے نے سنگدلی سے مسلا کچھ وقعت رکھتی تھیں دنیا کی نگاہ میں نہیں قدرت کی اور فانی طاقت کی نہیں ازلی حکومت کی ، اسی کا نتیجہ تھا کہ قدیر کا بیشتر وقت اس بے چینی اور کوفت میں گذرا کہ آنکھوں سے تو نہیں مگر چہرہ سے ہر وقت روتا اور بسورتا انیسویں سال بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا اور ایک پیغام آیا ۔ صاحب زادہ صاحب چالیس برس کے آدمی اور تھانہ دار تھے ایک بیوی اور چار بچے موجود تھے مگر شکایت یہ تھی کہ بیوی اکثر بیمار رہتی ہے قدیر کی مجبوری تھانہ دار صاحب کی ضرورت دونوں ہماری آنکھ کے سامنے ہیں ، تھانہ دار صاحب عقد ثانی کے مجاز تھے اور کس کی

طاقت بھی کہ ان کو یا لڑکی کو روک لیتا لیکن افسوس یہ ہے عذر اس قدر نامعقول اور ایسا لغو تھا کہ تھانہ دار صاحب کے مسلمان ہونے سے اسلام کی کچھ تھوڑی سی بدنامی ہی ہوئی بیوی کی علالت اختیاری نہ تھی علاوہ ازیں ضیق النفس موروثی مرض اور پرانی بیماری تھی لڑکی والوں نے صاف صاف کہدیا اور اچھی طرح جتا دیا تھا اس وقت تو سب باتیں منظور کر لیں لیکن جب ترقی عمر کے ساتھ مرض بھی بڑھا اور آثار جوانی کے ساتھ صحت بھی کمزور ہونی شروع ہوئی تو عقد ثانی کی سوجھی مگر تھانہ دار سے بہت زیادہ اس عقد کی ذمہ داری قدیر پر آتی ہے خصوصاً ان حالات میں کہ بیوہ کا نکاح اس کے ہاں روز محشر سے کم نہ تھا یہ صحیح کہ عمر زیادہ ہوگئی تھی مگر اس طرح کوئیں میں ڈھکیلنے کی ضرورت کیا تھی اب نہ ہوتی، برس بھر بعد ہوجاتی حشمت تو آدمی کا بچہ اور اچھی صورت کی لڑکی تھی ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ " اندھی۔ لنگڑی۔ لولی۔ کانڑی۔ سب ہی کھپی چلی جارہی ہیں آج تک ہم نے تو نہ کہیں دیکھا نہ سُنا کہ فلاں عورت اس لیے کہ کالی تھی یا کانڑی اور اندھی تھی یا بھینگی اسی برس کی عمر میں اس لئے مری کہ بد نصیب نہ ہوا مگر قدیر کی آنکھوں پر اور ساتھ ہی اسکی بیوی فیروزہ پر کچھ ایسے پردے پڑے تھے کہ پیغام امرت اور مشاطہ غنیمت ہوگئی۔ دن مقرر ہوا تاریخ ٹھیری اور بلاوے پھرے ۔

نکاح سے ایک روز قبل کا ذکر ہو۔ ساچق دھوم دھام سے آئی بیویاں اٹاٹٹ بھری ہوئی تھیں بچے کچے چاروں طرف اچھل کود رہے تھے گھر بازار ایک ہو رہا تھا۔ قدیر کی منجھلی بہن جہاں آرا جو دو بچوں کو لے کر بیوہ ہوئی تھی سیر دیکھنے کے واسطے اپنے کمرہ سے باہر آئی اور یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اس تماشہ میں محو ہو کر یا خون کے جوش سے متاثر ہو کر وہ اپنی حیثیت اور خاندانی آن بالکل

بھول گئی اور بڑھتے بڑھتے اس موقع پر پہونچ گئی جہاں سات سہاگنیں دلہن کو چڑھاوا چڑھا رہی تھیں دفعتًہ فیروزہ کی نظر نند پر پڑی اور صورت دیکھتے ہی ایسی آپے سے باہر ہوئی کہ باوجود نہایت معقول عورت ہونے کے شرافت اور انسانیت سب ہاتھ سے کھو بیٹھی اور یہ پورا یقین ہوگیا کہ جہاں آرا محض اپنی عداوت کی وجہ سے اس جلسہ میں صرف اسلئے آکر شریک ہوئی کہ زیور کو ہاتھ لگا کر حشمت کو بھی بیوہ کردوں اس یقین کے بعد کیا کسر تھی کلکارنیوں کیطرح اُٹھی اور مُردوں کی مانند کفن پھاڑ کر بولی سنبھلی آپا غضب خدا کا یہ کیا ستم ڈھایا ایسی بھائی بھاوج سے دشمنی اور بھتیجی سے عداوت تھی تو زہر دیدیا ہوتا۔ ہٹو یہاں سے خبردار جو زیور کو ہاتھ لگایا یا کپڑوں کو چھُوا ؟

جہاں آرا کو اس وقت اپنی بیوگی کا احساس ہوا جس قدر مہمان جمع تھے ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا کہ اس کی بے گناہی کو تسلیم کر لیتا ہر عورت فیروزہ کے ساتھ اس کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھی اور کہتی تھی ایسی ڈاین پھوپی اور ناگن بہن آج تک دیکھی نہ سُنی اول تو یہ غضب کہ شگون کے وقت اپنا چہرہ دکھانا اس پر یہ ستم کہ سہاگنوں میں آملیں دونوں پر طرہ یہ کہ دیکھ بھال کر اور سمجھ بوجھ کر زیور کو ہاتھ لگایا کہ توبہ توبہ لڑکی رانڈ ہو جائے۔ واردات کی خبر قدیر کو بھی پہونچی اور تعجب یہ ہے کہ وہ بھی اس معاملہ میں کم بخت بیوی کا ہمنوا نکلا اور یہ وہ وقت تھا آدھی رات کو ایک بیوہ عورت حقیقی بھتیجی کی شادی میں ایسی سنگین خطاؤں کی ملزم تھی تمام مہمان اور بھائی بھاوج اس کے برخلاف تھے اور چاروں طرف سے بوچھاڑ ہو رہی طعن پڑ رہی تھی جہاں آرا کی زبان خاموش تھی مگر اس کی آنکھیں اپنی بے گناہی کا عذر کر رہی تھیں وہ ایک ایک کی طرف دیکھتی تھی مگر کوئی اتنا نہ تھا کہ اس کی حمایت میں ایک لفظ بھی کہدیتا یہاں تک کہ اس کا طبقہ

بچڑ والان سے باہر نکال دیا۔ یہاں بھی بیویوں کا ٹھٹ کا ٹھٹ اس کے چوگرد جمع تھا اس کی آنکھیں نیچی تھیں اور وہ جی میں کہہ رہی تھی کہ زمین پھٹ جائے اور میں سما جاؤں قدیر کے منہ میں فیروزہ کے دل میں بیویوں کی زبان پر جو کچھ آیا کسی نے کہنے میں کسر نہ چھوڑی۔ چور چوری کے بعد بھی اس قدر شرمسار ایسا ذلیل اور اس قدر نادم نہ ہوگا جس قدر جہاں آرا اس وقت اپنے فعل سے تھی چاہتی تھی کہ کسی طرح آنکھ بچا کر نظر چرا کر کمرہ میں گھس جاؤں اور ایسی بیٹھوں کہ عمر بھر نہ نکلوں مگر ندامت اس درجہ سر پر سوار تھی کہ قدم نہ اٹھتا تھا۔

بھائی یا بھاوج اس حالت کو تو کیا محسوس کرتے بھاوج نے جل کر آخر یہ کہا اب تو خدا کے واسطے غارت ہو اور اپنی کوٹھڑی میں گھسو خدا خیر رکھے اور دونوں دولہا دلہن اس کی حفاظت میں رہیں۔

اس وقت فیروزہ کا یہ کہنا جہاں آرا کو غنیمت ہوگیا اور اپنی کوٹھڑی میں گئی اور اندر سے کنڈی لگا دونوں بچوں کو لے ایسی بیٹھی کہ دوپہر کو نکاح ہوگیا مگر وہ خود نکلی نہ کسی نے بلایا۔

شادیاں بیسیوں دیکھیں اور سینکڑوں ہزاروں سنیں مگر یہ اندھیر دیکھا نہ سنا کہ حقیقی بھتیجی کی شادی میں پھوپی صرف اس لیے کہ بیوہ ہے دلہن کے پاس آ کر نہ پھٹکے اور دولہا کو دیکھنے تک نہیں فیروزہ نے جس وقت بھاوج کو دالان سے نکال کر اپنی سنگدلی کا اظہار کیا اور قدیر نے بھائی بن کر قصائی کو مات کیا اس وقت کمزور کی حمایت میں گو کوئی طاقت ظہور کرنے والی نہ تھی لیکن نظام عالم جس وقت سے کام کر رہا ہو اس کی آنکھ کے سامنے فیروزہ قدیر اور جہاں آرا۔ تینوں تھے دن کے گیارہ بجے نکاح ہوا اور دو بجے کے قریب اس حشمت کی روانگی کا وقت آیا جو آج تک کے واسطے ماں باپ دونوں کی مہمان تھی۔

اِسوقت ماں کے سامنے بچی جوان نہیں کل کی چلیتھڑا اٹھی پیدائش سے لے کر اسوقت تک کی تمام کیفیتیں دل پر طاری تھیں کبھی اس کی پیدائش کبھی بچپن کبھی اس کا غصہ اور کبھی اس کا بھولپن غرض عمر گزشتہ کی تمام تصویریں ہر ہر پہلو سے آنکھ کے سامنے گزر رہی تھیں۔ ان سب کے ساتھ ہی کبھی اپنا غصہ کبھی اپنی خفگی کبھی اپنی سختی اور کبھی تیزی فیروزہ کے دل پر کچوکے لگا رہے تھے پالکی آ کر لگی اور اس کے ساتھ ہی فیروزہ کی آنکھ سے ٹپ ٹپ آنسو کی جھڑیاں بہنے لگیں اور جس وقت یہ خیال آیا کہ اب میں کہاں اور حشمت کہاں۔ اس کا اب و دانہ بس آج تک کا مستقل طور پر تھا اب تو مہانوں کی طرح آئی جو تقدیر کا ہرا کھاپی چلدی اسوقت دل بھر بھرانے لگا دلہن کی سواری کا وقت آیا ہر چند کوشش کی کہ ضبط سے کام لے اور ہنسی خوشی رخصت کر دے مگر ماتا اور انیس سال کی محنت سر پر ہاتھ پھیرتے ہی بیتاب ہو گئی مگر یہ وہ وقت تھا جس کے ارمان نے جان پر بنا دی تھی۔ بمشکل تمام الگ ہوئی اور بیٹی کو رخصت کیا ٭

(۱۴)

ہونے کو تو پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ برس کے ودھا نظر آئے ہیں تھانہ دار صاحب تو چالیس ہی برس کے تھے مگر تعجب اور افسوس اس امر کا ہے کہ خود تو بیوی کے ضیق النفس میں دوسرے نکاح پر آمادہ ہو گئے ہوئے کیا کر لیا اور اپنے دردِ دل کی کسی کو کانوں کان تک خبر نہ کی ٭

قدیر نے جس وقت بیوہ بہن اور فیروزہ نے جس وقت رانڈ نند کو اپنی دولت اور طاقت کے زعم میں مجمع عام میں ذلیل ورسوا کر کے والان سے باہر نکالا ہے جہاں بیوہ کے سوا ہر عورت سے داخلہ کا حکم تھا اس وقت جہاں آرا کے دل

ۓ ایجنا پیکٹورس ٭

پر کیا گذری یہ تو وہ جانے یا اس کا خدا مگر اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ جہاں آرا کے دل کی وہ آہ تھی جس نے بار ہا عرش کے کنگورے ہلا دیئے۔ بیوہ کی آہ کا دھواں کلیجہ سے اُٹھا منہ سے نکلا اور عرش معلیٰ پر ٹھیر اگو ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ بھائی بہن کے تعلقات آسمان زمین کا فرق رکھتے ہیں قدیر نے ذلیل کیا رسوا کیا وہ کیا جو کر سکتا تھا اور کرنا ممکن تھا لیکن جہاں آرا اس ذلت و رسوائی کے بعد بھی بھائی یا بھائی کے گھر اور بچوں کی بربادی کی خواہش مند تھی لیکن خدا معلوم کیا ہوا اور کیونکر ہوا مگر ہوا یہ کہ حشمت کی وداع کے بعد جب مہمان بھی رخصت ہوئے تو صرف گھر کا بچھونا اور دری چاندنیوں پر سالن کے چھکتے بکھرے ہوئے چاول اور پھیلی ہوئی چھالیہ شادی کا پتہ دے رہی تھی سوداگر کی نیند گھوڑا بیچنے کے بعد اور ماں کی بیٹی بیاہنے کے بعد مشہور ہے فیروزہ تین دن اور رات کی تھکی ہاری پلک سے پلک نہ جھپکی تھی پٹاری پر سر رکھ لیٹی تھی کہ آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ زندہ بیویوں کے بجائے ان عورتوں کا مجمع ہے جو دنیا سے رخصت ہو چکیں۔ ما، نانی، دادی، خالہ، ساس، ننھیا ساس، ددھیا ساس، سب موجود ہیں گھر بھی اپنا نہیں کوئی اور، اور لباس بھی یہ نہیں سفید براق جہاں آرا میلے چکٹ کپڑے پہنے بیچ میں خاموش بیٹھی ہے۔ فیروزہ مدتوں کی بچھڑی اور عرصہ کی چھوٹی بزرگوں کی صورتیں دیکھ کر نہال ہو گئی۔ چاہتی تھی کہ آگے بڑھ کر ساس کے قدم چومے کہ ایک عورت نے اسکو پکڑ کر ایسا دھکا دیا کہ پیچھے گر پڑی اٹھی خاموش کھڑی ہو گئی متعجب تھی کہ معاملہ اور متحیر تھی کہ بات کیا ہو اور یہ ایسا کیا مشورہ اور صورت ہے کہ مجھے اندر نہیں جانے دیتے دفعۃً ساس روتی اٹھی جہاں آرا کو گلے لگایا اور کہا :۔

ظالم قدیر اور سنگدل فیروزہ نے جو سلوک تیرے ساتھ کیا اسکے دیکھنے

والے تو اور تیرے دنیا والے ہی نہیں کچھ ہستیاں عالم بالا کی بھی تھیں
عرش تھرا گیا آسمان لرزا فرشتے کانپ گئے حوریں کپکپائیں تیرے اس
نگاہ پر جو حالت یاس و نا امیدی میں بھائی کے چہرہ پر خاموش پڑی
شقی القلب قدیر اندھا تھا کہ اس کی نظر کی قیمت نہ دی اس نگاہ کی
وقعت نہ کی اگر جفا کار اس وقت کو یاد رکھنا جب موت مجھ ماتا
کی ماری ماکو تجھ جیسی فرماں بردار بیٹی سے جدا کر رہی تھی اور میں نے تجھ
کو اس کے سپرد کر تیرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اور یہ لفظ کہے کہ رانڈ
بہن مرنیوالی ماں کی امانت تیرے سپرد ہے۔ اگر کم بخت فیروزہ وہ منظر نہ
بھولتی جب ساس کی پرواز روح کا وقت آیا اور اس نے اسکو پاس
بلا کر گلے سے لگایا اور رو کر کہا ساس کی مرت آج نند کی تمام ذمہ داری
تمہارے سر رکھتی ہے جہاں گرا نند نہیں ساس کی یادگار ہے اسکا دل
اور آنکھ میلی نہ ہو تو آج یہ وقت نہ آتا کہ مرنے والے تیرے زخم کی عیادت
کو آتے میری تعلیم ہمیشہ قدیر کو یہ رہی کہ اعمال انسانی وہ بیج ہیں جن کے
ثمر دنیا اور آخرت میں آدمی کو بھگتنے اور چکھنے ضروری اور لازمی افسوس
بیوقوف اس تعلیم کو بھول گیا اور ایسا بیج ڈالا جس کے پھل
کلیجہ توڑ دیں گے جس کا ذائقہ مرت کا مزا چکھا دیگا۔ ساس اتنا
کہہ کر اس قدر روئی کہ ہچکی بندھ گئی بیٹی ماں کے کلیجے سے لپٹی ہوئی تھی
اِدھر یہ دونوں اُدھر وہ سب بیویاں جو ساتھ تھیں سب زار و قطار
آنسو بہا رہی تھیں قدیر کی دادی نے ماں بیٹیوں کو الگ کیا اور کہا دونو صبر
کرو اور دعا کرو کہ خدا ظالم قدیر اور پھر فیروزہ کا انجام بخیر کرے ٭٭
جہاں آرا کے الگ ہوتے ہی فیروزہ نے وہ خوفناک منظر دیکھا کہ تھرا اٹھی۔

دیکھتی ہے کہ نند کے سینہ سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں قدیر اور فیروزہ اس آگ کو پھونک پھونک کر بھڑکا رہے ہیں وہیں اٹھ اٹھ کر آسمان کی طرف جا رہی ہیں اور سب عورتیں الگ کھڑی اللہ اللہ کر رہی ہیں قدیر کی ماں کی نظر بہو پر پڑی غصہ سے مسکرائی اور کہا
بیوہ کی آہ میں اس آہ کی آنچ میں اس آگ کے دھوئیں میں جو دونوں
میاں بیوی نے ہنس ہنس کر اور کھل کھل کر سلگائی اور بھڑکائی خدا کا
غضب اور قہر پوشیدہ ہے۔ ہوا اس دھوئیں کو برباد نہیں کر رہی تھی
فرشتے اسکو گھیر رہے ہیں اور حوریں اسکو سینہ سے لگا رہی ہیں زبان نے الفاظ
کی چھری بنا کر رانڈ بہن کو زخمی کیا زخم کی اذیت آہ میں تبدیل ہوئی
آہ کا دھواں اُس مالک کے حضور میں حاضر ہوا جو ظالم اور مظلوم
دونوں کا مالک ہے یہ وہاں پہونچکر فنا ہونے اور مٹ جانے والا
نہیں ایک دوسری صورت اختیار کرے گا اور خدا کا قہر بن کر اس
طرح نازل ہوگا کہ کلیجہ مسوس کر رہ جائے گی۔ فیروزہ نند کی آگ بھڑکا
چکی اب اپنی آگ ٹھنڈی کر اور یقین کر یہ دھواں خالی جانے والا نہیں
رنگ لانے والا اور مصیبت ڈھانے والا ہے "

فیروزہ وداع کرکے سوئی تھی اور یہ وہ نیند تھی کہ عمر بھر کی سوئی سوئی دوسرے روز صبح کو بھی اٹھتی تو تعجب نہ تھا مگر آنکھ لگتے ہی ایک دوسری دنیا میں تھی ساس نے اتنا کہہ کر جہاں آرا کو کلیجہ سے لگایا اور وہ تمام گروہ ایک ایک کرکے آنکھ سے اوجھل ہونا شروع ہوا اور آناً فاناً سب چلدئے اس منظر کا ختم ہونا تھا کہ فیروزہ گھبرا کر اٹھی ہیبت اس قدر طاری تھی کہ بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بات کرتی تھی تو بولا نہ جاتا تھا اسی حالت میں گرتی پڑتی بھاوج کے کمرہ کی طرف چلی کہ قصور معاف کراؤں کمرہ بند تھا آوازیں دیں کنڈی کھٹکھٹائی کواڑ پیٹے مگر نہ معلوم جہاں آرا کو

گیا سانپ سونگھ گیا تھا کہ اس شور محشر پر بھی اندر سے سانس کی آواز نہ تھی میاں کو بلوایا اور مجبوراً دروازہ کی چول اتروائی +

(۵)

جب قدیر اور فیروزہ نے بدنصیب جہاں آرا کو مجمع عام میں ذلیل کیا اور بھائی نے بہن کا ہاتھ پکڑ باہر نکالا اس وقت ایک حسرت بھری نظر مظلومہ نے بھائی کے چہرہ پر ڈالی زبان سے کچھ نہ کہا مگر اس کی حالت باواز بلند کہہ رہی تھی کہ شوہر کی موت اختیاری نہیں مجبوری تھی۔ میرا دخل اس میں نہیں ہوگی میرا قصور نہیں۔ قدرت کا انتظام ہی جس کے سامنے میں نے سر تسلیم خم کیا مگر جب دونوں میاں بیوی کے پتھر دل نہ پسیجے اور جہاں آرا برابر کی سہیلیوں عزیزوں اور ہم چشموں میں اس درجہ رسوا ہوئی تو اس نے کوٹھڑی میں پہونچکر دونوں بچوں کو اندر لے دروازہ بند کرلیا۔ اس وقت اس کے دل پر عجیب کیفیت گذر رہی تھی اور وہ خواہشمند تھی کہ اب اپنا شرمندہ چہرہ ان عزیزوں کو عمر بھر نہ دکھاؤں دل ہی دل میں سوچتی اور باتیں کرتی تھی کہ اتنا قصور ضرور ہوا کہ حشمت کو دلہن بنا دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی بھائی کی اولاد اور اپنی اولاد میں فرق نہیں ہوتا میری گودیوں میں کھیلی میرے بچھونوں پر سوئی مگر مجھے خیال نہ رہا کہ بیوہ ہوں میرا سہاگ چھن گیا میرا وارث اٹھ گیا میں اس قابل نہ رہی کہ سہاگنوں میں کھڑی ہوں شوہر والیوں کے برابر پہونچوں مگر یہ میرے اختیار کی بات نہ تھی موت اور زندگی خدا کے اختیار کی بات ہے میرے ہاتھ لگانے سے میرا سایہ پڑنے سے میرے شریک ہونے سے حشمت تو بہ توبہ رانڈ ہوگی مجھے ذلت کا کم رسوائی کا تھوڑا مگر اس کا صدمہ بہت ہے کہ بھائی بھاوج دونوں نے سمجھا اور یقین کیا کہ جان بوجھ کر اس غرض سے گئی کہ میرے منہ میں خاک حشمت کا دولہا نہ رہے۔ دلوں کا حال خدا کے سوا جاننے والا کوئی

نہیں وہی جانتا ہے کہ بھولے سے چلی گئی ہیں بیوہ ہی ہی مگر ایسی نابہنجار نہیں ہوں کہ بھتیجی کی بیوگی کی متمنی ہوں جس روز سے پیدا ہوئی آجتک بھائی کو جواب نہ دیا ترکہ کا جھگڑا کرایہ کا حساب گاؤں کی آمدنی آخر میں ابھی تو کچھ حق ہے لیکن اسوقت تک زبان پر نہ لائی مالک ہو کے نوکروں کی طرح اور بہن ہو کر لونڈیوں کی مانند رہی اس دن کو کہ تمام کنبہ اور برادری محلّے اور خاندان میں بھائی بھاوج کتے کی طرح مجھ کو محفل سے نکال دیں لعنت ہے مجھ پر اگر میں اپنی صورت بھائی بھاوج کو دکھاؤں افسوس ہے مجھ پر اگر یہ منہ لے کر پھر عزیزوں سے بات کروں موت اس زندگی سے اور خودکشی ایسی راحت سے بہتر اور افضل مگر بچوں کی کیسی مٹی پلید ہوگی جس بھائی نے دم بھر میں میری آبرو اس طرح برباد کی اس سے یہ توقع کہ وہ میرے بچوں کو کلیجہ سے لگا کر رکھے غلط بھاوج جس نے مجھ نند پر یہ ستم توڑا بھانجا بھانجی کو تو کتے کے ٹھیکرے میں پانی پلاوے گی مگر کیسا بھائی اور کس کی بھاوج سب سے بہتر پرورش کرنے والا وہی مالک ہے جس نے پیدا کیا جس نے اتنا بڑا کیا جو سب کا وارث ہے وہی پرورش کرے گا۔ اتنا کہہ کر جہاں آرا نے دونوں بچوں کو پاس بلایا ان کو کلیجہ سے لگایا سر پر ہاتھ پھیر روئی اور اتنا کہہ کر منہ پھیر لیا کہ پیارے بچوں خدا کے سپرد کیا ؎

یہ کہہ کر اور کچھ سوچ کر جہاں آرا کے خیالات نے پھر کچھ پلٹا کھایا وہ دوزانو ہو کر بیٹھی اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا۔ مجھ کو معلوم ہے کہ خودکشی گناہ کبیرہ مجھ کو علم ہے کہ قتل گناہ عظیم لیکن دل کی حالت اس درجہ کو پہونچ گئی کہ جان جیسی پیاری چیز اور بچوں جیسی عزیز دولت وہ زندگی کا سرمایہ کلیجہ کے ٹکڑے قربان کرتی ہوں۔ انسان ہوں پہلو میں دل اور دل میں ارمان ہے صاحب اولاد ہوں جن بچوں کے بیاہ کا ارمان تھا جن کو رات رات بھر گنہ جو سے لگائے ہلی

ہوں جن گوشت کے لوتھڑوں کو پال پوس کر اور مصیبت کاٹ کر کسی قابل کیا ہے آج ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتی ہوں شوہر کو زہر میں نے نہیں دیا اگر اس کی موت جرم ہے تو اس کی قاتل میں نہیں مگر اس بیوگی نے جو دن مجھ کو دکھایا خدا دشمن کو نہ دکھائے۔ حقیقی بھائی کے گھر پر سگی بھاوج کے ہاتھوں جو ذلت میری ہوئی تجھ سے پوشیدہ نہیں اور اب کہتی ہوں اور آواز سے کہتی ہوں تجھ کو سنا کر کہتی ہوں کہ اس دنیا کے اندر ان مسلمانوں میں رہ کر اس کے بعد خودکشی جائز اور بچوں کا قتل روا وہ فیصلہ تیرا اور یہ میرا۔ عزت ایک شے ہے جس کے ساتھ زندگی باعزت اور دنیا قابل لطف لیکن اسکو کھو کر انسان بالعموم اور عورت بالخصوص اشرف المخلوقات نہیں، ارذل مخلوق بلکہ اس سے بھی خراب کتے سے بدتر ۔۔

جہاں آرا کی تیوری پر اب تک خدا کے حضور میں بل تھا مگر کچھ سوچتے ہی سوچتے سجدہ میں گری اور کہا :۔

یہ واقعہ کا اثر اور دل کی بھڑاس تھی معافی کی طالب اور عفو کی خواستگار ہوں تو آقا میں کنیز تو مالک میں لونڈی تیرا فیصلہ سچا میری رائے غلط لیکن زندگی اب وبال اور بچے اب مصیبت ہیں جب دنیا نے مجھ سے بے اعتنائی کی جن عزیزوں نے مجھ بے گناہ کو ایسی سنگین سزا دی جن پیاروں نے مجھ کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی وہ ان یتیم بچوں کی خاک تک برباد کر دیں گے ۔

اب جہاں آرا اٹھ بیٹھی اس نے قلم دوات پاس رکھ کر کچھ لکھا اور صندوقچہ کھول کر افیون نکالی دونوں بچوں کو کلیجہ سے لگایا اور ان کو افیون کھلا کر بڑا سا انٹا خود کھایا اور دائیں بائیں دونوں کو لٹا کر آپ بیچ میں اس طرح لیٹی کہ ایک کا ہاتھ ایک سینہ پر اور دوسرا دوسرے کے ۔

قدیر بچی کی وداع اور فرض سے سبکدوش ہونے پر نہال نہال تھا فرخندہ

لڑکی کی مفارقت سے تو ضرور تھی مگر اس خیال سے کہ حشمت اپنے گھر بار کی ہوئی باغ باغ تھی بھائی کے گھر میں شادی رچ رہی تھی مہمان کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے اور رانڈ بہن یہ ہی نہیں کہ خود مر رہی ہو بلکہ حالت نزاع میں بچوں کو اسی حالت میں دم توڑتے دیکھ رہی تھی - اپنی تکلیف اس وقت بھی گرو تھی معصوم بچے سر اور ہاتھ دیدے پٹکتے تھے ان کے ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگاتی تھی ان کے سر اپنے سینہ پر رکھتی تھی اور جس طرح رات کے وقت تھپک تھپک کر لوریاں دی تھیں اسی طرح اسوقت ان کو ابدی نیند سلا رہی تھی اسی حالت میں بڑے بچے نے پانی مانگا اور ساتھ ہی چھوٹے نے ہائے کی خاموشی کے ساتھ دونوں کے منہ بند کر دیئے ۔۔

کلیجہ کٹ رہا تھا گھبر ائے جارہی تھی اور بچوں کو چمکار تی تھی باری باری دونوں بچوں نے بیوہ ماں کی آنکھوں کے سامنے دم توڑا اب جہاں آرا میں خود بھی اٹھنے کی طاقت نہ تھی دونوں کو اپنے سینہ پر لٹایا بھینچا اور کہا کچھ دیر نہیں میں بھی ابھی آ کر تم دونوں سے ملتی ہوں ۔۔

(۶)

قدیر کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جس گھر سے بیٹی کی پالکی نکل رہی ہے اسی گھر سے بہن کا اور اس کے بچوں کا جنازہ بھی نکلنے والا ہے بیوی نے بلایا تو اندر آیا پہلے تو اس کے ساتھ دروازہ کھلوانے میں شریک رہا جب ناکامی ہوئی تو دروازہ توڑا اندر جا کر دیکھتا ہے تو رانڈ بہن دونوں بچوں کو سینہ سے لپٹائے ابدی نیند سو رہی ہے سناٹا آگیا۔ حقیقۃً اس وقت سے اس وقت تک کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا کہ اس کوٹھڑی میں کیا ہو رہا ہے اب جو قدیر اور فیروزہ نے یہ سماں دیکھا تو اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے جہاں آرا کی موت سے بہت بڑھ کر تعجب انگیز واقعہ یہ تھا کہ فیروزہ نند اور بھانجوں کی موت سے

چنداں متاثر نہ تھی اگر نند بھاوجوں کے تعلقات اس کی وجہ ہو سکتے ہیں تو بیوہ نند نند ہی گیا اور بیوہ بھی وہ جس کے سر پر نہ باپ بھائی وہ ان گنوں کا اب البتہ قدیر کو معلوم ہو گیا کہ بدنصیب بہن جس کا ہاتھ پکڑ کر دالان سے باہر گیا گھر سے نکالا کس شان اور کس آن کی عورت تھی جس کو اتنا تک گوارا نہ ہوا کہ میرے بعد میرے بچے ماموں ممانی کے ٹکڑے تک کے شرمندہ نہ ہوں۔ فیروزہ کچھ دیر تک خاموش رہی مگر یہ خموشی جس نے ہم کو بھی متعجب کر دیا ایک سکتہ تھا ادھر وہ خواب سے پریشان تھی ادھر آنکھوں نے دیکھا یہ معاملہ قدیر نے نبض دیکھی سانس دیکھا اور جب دونوں کو تینوں کی موت کا یقین ہو گیا تو فیروزہ کے ہوش اڑ گئے اس وقت وہ سنگین ظلم جس نے ایک بیوہ اور دو بیٹیوں کی جان لی اس کے سامنے آیا اور بتایا کہ گو ظاہری طاقت اور فانی دولت کے اعتبار سے کمزور عزیز قبضہ میں آ کر بے بس ہو جائیں لیکن افلاس ان کا جذبہ غیرت فنا نہیں کرتا بے حیا نہ گی پر اپنی عزیز اور ایسی زبردست قربانیاں وہ ہنسی خوشی چڑھا دیتے ہیں۔ فیروزہ کا بس چلتا تو شاید وہ اس وقت نند کے پاؤں رہتی اور بیتی مگر ہونے والی بات ہو چکی تھی بات زبان سے اور تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ قدیر کو اس وقت پتہ چلا کہ جہاں آرا اس کے گھر پر سوار ہنے والی نہ تھی سرہانے بیٹھا آنکھ میں آنسو آئے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ کروٹ میں ایک پرچہ دیکھا اٹھایا تو یہ لکھا تھا:۔

قدیر میاں! گو زندہ اپنے نے تمام عزت آبرو خاک میں ملا دی لیکن یہ امید نہ تھی کہ تم جیسے عزیز بھائی کی نگاہ میں جس کی دہلیز پر جہاں آرا بزرگوں کی ناک لیے بیٹھی ہے رانڈ بہن کتے سے زیادہ ذلیل ہو گی قدیر میں نے اپنی نہیں تیرے اور تیرے باپ کی آبرو گود میں لی اور منہ کالا تیرے در پر اور تیری بیوی کی آنکھوں کے سامنے ان دو معصوموں

پر کاٹ دیا اس دن کو اور اس گھڑی کو آئیں کہ بھرے نہانوں میں دونوں میاں بیوی دھکے دے کر گھر سے نکال دیں خدا شاہد ہے ارمان بھرا دل حشمت کو دلہن دیکھنے کے لئے گیا بہن تھی دشمن نہ تھی پھوپی تھی ڈاین نہ تھی کہ اپنا پر چھاڑاں بے گناہ بچی پر ڈالتی اور اپنی طرح اسکی زندگی بھی برباد کرتی۔ بیوگی سے واقف اور رنڈاپے سے آشنا نیتجہ سے باخبر اور حالت سے آگاہ ہوں جانتی ہوں اور کہتی ہوں کہ خدا دشمن سے دشمن پر بھی یہ مصیبت نہ ڈالے۔ گئی بے علمی میں پہونچی خون کے جوش میں اور گھڑی ہوئی سیدھے سبھاؤ خبر نہ تھی کہ میری ہستی میں میری صورت میں میری ہیئت میں یہ زہر یہ کیڑے اور یہ غضب ہے کہ دیکھونگی وہ جو عمر بھر نہ دیکھا اور بھگتیں گی وہ جو کبھی نہ بھگتی۔ میرا آب و دانہ تیری کمائی میں میرا ٹھکانہ تیرے در پر میرا قیام تیرے گھر آج تک کا تھا تو نے میری نہیں اُس ماں کی آبروریزی کی جو میرا ہاتھ تیرے ہاتھ میں چھوڑ کر مری تو نے میری نہیں اس باپ کی عزت برباد کی جو مجھ کو تیرے سپرد کر گیا تو نے میرا نہیں اُس خدا کا دل دکھایا جو میرا اور تیرا دونوں کا مالک ہے ۔۔

جاتی اور بچوں کو چھوڑ جاتی اگر یہ توقع ہوتی کہ میرے لال وبال نہ ہوں گے مگر جہاں میرا ہی حق کچھ نہ نکلا وہاں ان بچوں کا کیا ہوگا اگر کوئی بہن بھائی کی ذات پر کچھ حق رکھتی ہے تو التجا یہ ہے کہ یتیم بچوں کی قبر میں بیوہ ماں کے برابر اس طرح بنوا دینا کہ بڑا سیدھے ہاتھ کو اور چھوٹا اُلٹے کو ۔۔

حشمت خدا اس کی عمر دراز کرے اور تیرا کلیجہ ٹھنڈا رہے میری اپنی بچّی ہے اور بے قصور ہے وہ ناشاد پھوپی اور نامراد بھائیوں کو روئے گی یہ خط اسکو دکھا دینا اور کہدینا مرنے والی جہاں آرا دامار کا حق دے گئی۔ ہاتھوں کے کنگن اگر دل میں وہم نہ آئے اس کے ہاتھ میں ڈال دینا۔ قدیر میاں بہن رخصت ہوتی ہے وہ اپنی غلطی پر نادم ہے اما باوا کی ارواح کا صدقہ اس کی غلطی معاف کر دینا ۰

چاندا اور املاک اللہ تم کو نصیب کرے میں اسکی بھوکی نہ تھی صرف تمہاری محبت کی جو یا تھی تم کو خدا کے سپرد کرتی ہوں دنیا کی بہار تمہارے ساتھ ہو اور خوش رہو" ۰

(۷)

نئی دلہن کی عاشق اور پہلی بیوی سے بیزار جس طرح اکثر مسلمان ہوا کرتے ہیں وہی کیفیت تھانہ دار صاحب کی تھی حشمت کی صورت دیکھتے ہی وہ دنیا و مافیہا کو بھول گئے۔ ظالم نے غضب یہ کیا کہ دونوں بیویوں کو ایک ہی گھر میں رکھا بڑی بیوی بیمار تو ضرور تھی مگر ایسی نہیں کہ شوہر اس کی سزا عقد ثانی سے دیتا ضیق النفس کا دورہ کبھی تیسرے چوتھے مہینے کبھی چھٹے ساتویں ہو جاتا دو چار آٹھ دس دن رہا آرام ہو گیا مگر اس مرض کا جو علاج کیا گیا اس نے اور بھی دکھ بڑھا دیا۔ آج کل کی سی چالاک اور چیرو چار گھار پانچ لڑکی نہیں دبلی دبائی اور سیدھی سادی تھی شوہر نے سوکن چھاتی پر لا بٹھائی دل پر جو گزری گزر گئی مگر زبان سے ایک حرف نہ نکالا ہاں یہ صدمہ ایسا بیٹھا کہ اندر ہی اندر گھلنا شروع کیا اور ایک مہینہ بھر بعد بخار شروع ہو گیا۔ پہلے تو اتنا بھی تھا کہ کبھی کبھی دوائی ٹھنڈائی تو میسر آجاتی تھی اب

وہ بھی نہ رہا اپنے کمرہ میں الگ بیٹھی کراہتی اور کوئی آکر بات تک نہ پوچھتا حشمت تو خیر سوکن تھی اس سے یہ توقع غلط تھی کہ وہ خود اسی طرف توجہ کرتی شکایت اس کم بخت شوہر سے ہے کہ مذہب کی آڑ اس کے اور اس جیسے سینکڑوں ہزاروں کے واسطے نعمت ہو جاتی ہے کہ اس کے پیچھے ٹٹی کی طرح بیٹھ کر مزے سے شکار کرتے ہیں۔ یہ ہی ہیں وہ ناہنجار مسلمان جن کے کرتوتوں نے یہاں تک نوبت پہنچادی کہ خود مسلمان عورتیں کثرت ازدواج کے برخلاف چلا اٹھیں ورنہ اس فیصلہ کے آگے مسلمان تو کیا ہر وہ شخص جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے گردن جھکا دیتا مسلمانوں نے جس طرح ہر ہر موقعہ پر اسلام کو بدنام کرنے میں دقیقہ نہ چھوڑا اسی طرح کثرت ازدواج کا مسئلہ ہے جس کی مٹی موجودہ مسلمانوں کے ہاتھوں ایسی پلید ہوئی کہ عورتیں کیا اگر جانور بھی ان مظالم کو دیکھ کر پناہ مانگتے تو تعجب نہ تھا ہمارے سامنے اسوقت مدعی مدعا علیہ دونو ہیں ادھر مسلمان مرد کثرت ازدواج کا مسئلہ ہاتھ میں لئے ہشاش بشاش اُدھر عورتیں اس کے برخلاف حیران و پریشان ہم نے مردوں کو اور ان مردوں کو کیا قریب قریب سب ہی کو اس لئے کہ حکم کا ایک جزو سر آنکھوں پر اور دوسرا حق تھو نکاح ثانی کرنے کو جھٹ سے تیار اور عدل حقیقی کے وقت بغلیں جھانکیں لعنت ملامت کرنے میں کبھی کسر نہ کی عورتوں کی فریاد بارہا ان کے کان تک پہنچائی ان کے اندرونی احساسات و جذبات آئینہ کی طرح کھول کر ان کے سامنے رکھدیئے بتا دیا اور دکھا دیا کہ ان مظالم کا انجام خسر الدنیا والآخرۃ ہے لیکن عورتوں کی اس حمایت کا منشا نہ تھا کہ وہ سر راہ آکر مردوں کے گلے میں دوپٹے ڈال دیں اور خدائی فیصلہ کے برخلاف زہر اُگلنے لگیں جس کا نتیجہ یہ کہ اغیار جو ہمیشہ ہمارے مذہب مقدس

کی تاک میں رہتے ہیں اِس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر رائی کا پہاڑ اور بلی کا شیر بنا کر پستو کا ہاتھی کر دیں اور اس فیصلہ حقیقی کو جو انسانی فطرت پر مبنی ہے نفسانیت ثابت کرنے کی کوشش کریں۔

مردوں نے اس معاملہ میں لاریب بہت کچھ زیادتی کی اور اس حکم کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور بے زبان بچوں پر ایسے ایسے مظالم توڑے جن کے خیال سے بدن کپکپاتا اور رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ایک دو نہیں بیسیوں اور سینکڑوں اللہ کی بندیاں اور ماں باپوں کی دلاریاں جل جل کر اور بھن بھن کر قبر میں جا سوئیں زندگی ان کو مصیبت اور موت ان کو غنیمت ہو گئی یہ واقعات آنکھیں ونرات دیکھتی اور کان شب و روز سنتے ہیں ان حالات میں اسلامی فیصلہ یقیناً بادی النظر میں ظلم کا مخزن اور ستم کا گھر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب اس حکم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں نکاح ثانی اور مساوات اور پھر دیکھتے یہ ہیں کہ ایک جزو کی تعمیل سر آنکھوں پر ہوتی ہے اور دوسرے کے نام موت تو ایک ہم کیا اندھا بھی اس کا ذمہ دار حکم کو نہیں اس ملعون کو قرار دے گا جو ایک حصہ کے واسطے تو باواز بلند کلمۂ توحید پڑھتا ہے اور دوسرے کے واسطے خراٹے لینے لگتا ہے۔

اب رہا عورتوں کا معاملہ ان کا کام یہ تھا کہ وہ مظالم کا انسداد کرتیں نکاح بعد چنیز ہے نتیجۂ نکاح اور چنیز ان کو نتیجۂ فعل سے بحث کرنی تھی نہ کہ فعل سے کثرت ازدواج فعل ہے جو نتائج ظہور میں آئے ہیں ان کے جگر خراش ہونے میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ضرورت تھی اشد تھی اور بے شک تھی کہ اگر مرد اس قابل نہ تھے تو وہ خود اپنی تکلیف کا علاج کرتیں اور کوشش کرتیں کہ مسلمان دلوں پر یہ نقش ہو جانے کہ جب تک حکم کا کوئی ذرہ بھی تعمیل سے ساقط ہے اس پر تعمیل کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے عقد ثانی کے واسطے جو شرائط مقرر کی ہیں اگر مسلمان

ان کی تعمیل نہیں کرتے تو ان کا اسلام جھوٹا اور دعوےٰ غلط ÷

تھانہ دار صاحب مسلمان تھے ان کو دوسرے نکاح کی اجازت اسلام نے دی تھی کچھ اعتراض نہیں مگر کیا اسلام نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ایک آنکھ میں لہو بھر ایک آنکھ میں خدا کا قہر ایک گھر کی ملکہ اور دوسری گھر کی لونڈی ایک بنے بیگم اور دوسری بنے باندی ÷

بخار روز بروز ترقی کرتا گیا پہلے حرارت تھی جب تو بہ مطلق اور علاج بالکل نہ ہوا گو وقت بدستور اور جلن اسی طرح رہی تو مرض کی ترقی ظاہر تھی پہلے یہ تھا کہ ہفتہ میں دو ایک مرتبہ دو چار گھڑی کو حرارت ہو جاتی پھر یہ ہوا کہ کوئی دن ناغہ نہ ہوتا روز رات کو سوتے وقت اب تک بھی حرارت خفیف تھی بڑھتے بڑھتے بخار ہوا اور ہوتے ہوتے یہاں تک کہ روز چڑھتا اور گھنٹوں رہتا ÷

ہم ہرگز اس معاملہ میں بیوی کو ذمہ دار قرار نہ دیں گے کہ اس نے بیماری کی خبر شوہر کو نہ دی اس کم بخت کے دل میں اگر ایمان ہوتا تو بیمار کی صورت اور مریض کی حالت چھپی نہیں رہتی مگر افسوس یہ ہے کہ ایک گھر کے گھر میں دن رات کا رہنا سہنا ہر وقت کا اٹھنا بیٹھنا اور بدنصیب کی بیماری تک کا علم نہ ہو نکاح کو مشکل سے ایک سال ہوا ہوگا کہ مریضہ کی حالت ردی ہو گئی اور چلنا پھرنا مشکل تھا گو اس وقت شوہر کی کوئی خدمت بدنصیب بیمار کے متعلق نہ تھی اور نکاح کے بعد ہی سے تھانہ دار صاحب نے پہلی بیوی کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال باہر کیا تھا تاہم وہ اپنے عقیدہ کے موافق جس طرح بھی ہوتا اور جتنا کچھ بھی ہوتا اپنے فرائض کی ادائگی میں تساہل نہ کرتی مثلاً جب تک ہاتھ پاؤں اس قابل نہ رہے نماز کے وقت اٹھی اٹھی دونوں میاں بیوی بے خبر پڑے سوتے ہیں اس نے جھاڑو بہار و دے دلا کر گھر چنون کر دیا شوہر کے آنے کا وقت ہے جانتی تھی

کہ حقہ کے دھتیا ہیں گئی چپکے سے آگ سلگائی حقہ بھر خاموش آ بیٹھی ان باتوں کا شوہر کو علم بھی نہ ہوتا مگر وہ اپنا کام بدستور انجام دیتی رہی اور جب تک ہاتھ پاؤں نے ساتھ دیا اپنی طرف سے کمی نہ کی کھانا ڈیڑھ آدمی کے واسطے ایک ماما آٹھ نو برس کی بچی کیا الگ پکتا حشمت جو کچھ پکا پکایا بھیجدیتی رہی دونوں ماں بیٹیاں صبر شکر کرتیں اور کھالیتیں کچھ یہ نہ تھا کہ حشمت کے ڈر سے یا اس کی آزردگی کے خیال سے تھانہ دار صاحب پہلی بیوی کی طرف متوجہ نہ ہوتے ہوں حشمت ہر مہینے دو ایک روز کے واسطے میکہ جاتی تھی اور اس کی عدم موجودگی میں اگر شقی القلب انسان ہوتا تو زیادہ نہیں اس کی خیر و عافیت ہی دریافت کر لیتا یہ وقت تھا کہ مریض کی صورت مردوں سے بدتر تھی خوشی اور رنج کہتے ہیں آدمی کی صورت سے ٹپکتا ہے مگر اس کے چہرہ پر موت برس رہی تھی ایک رات کا ذکر ہے حشمت میکے گئی ہوئی تھی شام کے وقت پانی زور شور سے پڑ رہا تھا بیمار لیٹی ہوئی اپنی حالت پر غور کر رہی تھی کہ تھانہ دار صاحب کسی ضرورت سے باہر نکلے اور فوراً ہی اندر چلے گئے جب سے شوہر نے بات کرنی چھوڑی تھی اسی دن سے بیوی نے بھی اپنی طرف سے کوئی بات نہ کی کئی دفعہ ضرورت بھی ہوئی دو چار دفعہ قصد بھی کیا مگر ہمت نہ پڑی اب چونکہ زندگی کی تمام امیدیں ختم ہو چکی تھیں اور موت ہر وقت پیش نظر تھی اس وقت کو غنیمت سمجھ کر دل کڑا کیا اور اٹھی بخار اس وقت بھی شدت سے چڑھا ہوا تھا اور کھانسی دم بھر کو چین نہ لینے دیتی تھی مگر کانپتی ہانپتی اٹھتی بیٹھتی اٹھی بیٹی کو لٹا کر آگے بڑھی اور شوہر کے کمرہ میں پہنچی ۔۔

تھانہ دار صاحب نہ معلوم کس حال میں غرق تھے کہ نگاہ بیمار بیوی کے چہرہ پر پڑی اور اس کے ساتھ ہی مظلوم کا سر فرش ہول میں تھا متحیر ہو کے اٹھے سر اٹھایا تو آج نو دن مہینہ بعد معلوم ہوا کہ بدنصیب بخار میں گھلی جا رہی ہے ۔۔

شوہر۔ تم کو آج حرارت معلوم ہوتی ہے خیر صلاح کیا ہوا ؟

بیوی۔ کچھ عرض کرنے آئی ہوں ؟

شوہر۔ کہو شوق سے مگر ایسی بات نہ کہنا جس سے مجھ کو اذیت ہو ؟

بیوی۔ تم کو اذیت دے کر کیا خوش ہوں گی کچھ کہنا بھی نہیں ایک درخواست ہے

شوہر۔ ضرور کہو ؟

بیوی۔ میں بیمار ہوں مگر اس لئے نہیں کہ تم سے علاج کی درخواست کروں جب تک مرض قابل علاج رہا تم کو اطلاع تک نہ دی اب چونکہ لاعلاج ہے اس لئے ایک التجا ہے ؟

شوہر۔ موت کا بھروسہ کس کو کیا خبر کون پہلے مرے ہم یا تم اسوقت تم کو حرارت تو ضرور ہے اور اعضا شکنی مجھے بھی ہو رہی ہے یہ مرطوب ہوا کے دن خراب ہیں بھادوں کا مہینہ گھر گھر پڑے ہیں اندیشہ کی کیا بات ہو بلکہ صحت کے اعتبار سے تم پہلے سے بہتر ہو کہ سانس کا دورہ عرصہ سے نہیں ہوا ہی کمزوری یہ تمہاری اپنی غلطی ہے کہ خواہ مخواہ گھل رہی ہو تمہاری وجہ سے اپنی زندگی تو برباد نہیں کر سکتا تھا ؟

بیوی۔ مجھے ہرگز حق نہیں کہ میں تم سے دوسرے نکاح کی شکایت کروں تم کو شرعاً اجازت تھی تو تم نے جائز کیا میں ایک گنہگار عورت خدائی فیصلہ میں کیا دخل دوں گی رہا یہ کہ اس کے بعد تم کو میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے تھا اس کو تم خود مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہو۔ اگر میں واقعی اس سلوک کی مستحق تھی تو میری تقدیر اور اگر تم نے لاپروائی کی اور یہ مواخذہ تمہاری ذات پر رہا تو میں اپنے تمام حقوق جو تم پر تھے اور تم نے پورے نہ کئے خدائے واحد کو شاہد کر کے اس وقت معاف کرتی ہوں مجھے اعتراف ہے کہ ایک بیوی کو جو خدمت کرنی چاہیے وہ مجھ سے ہو سکی

مجھے اقرار ہے کہ جو آرام ایک شوہر کو بیوی کی ذات سے پہونچنا چاہیے وہ مجھے
نہ پہونچا یہ میری بدنصیبی کا ثبوت ہے مگر تم اس کا یقین کرو کہ اب میری زندگی ختم کے
قریب پہونچی اور جس طرح جن آنکھوں سے تم مجھ کو میکے سے دلہن بنا کر اس گھر میں
لائے تھے اسی طرح ان ہی آنکھوں اور انہی ہاتھوں سے اس اصل گھر میں جسکا نام قبر ہے
دفن کر دینا میری ماں زندہ اور میرا باپ موجود ہے اور اس کا یقین ہے کہ میں اپنے
گھر میں خوش اور آباد ہوں اس یقین کو جھٹلانے کی ضرورت جب میں نے نہ سمجھی
تو تم کو بھی نہیں وہ دو چار گھڑی کو روتے پیٹتے آئیں گے اور چیختے چلاتے چلے جائینگے
ان کے احترام میں فرق نہ آنے دینا گو وہ تم سے بدظن ہوں. معافی مہر کی یہ تحریر
موجود ہے خدا تم کو نصیب کرے یہ تھوڑا سا زیور تمہارے پاس امانت رکھتی
ہوں ملکیت میری ضرور ہے مگر تمہاری اجازت کے بغیر مجھے اس کے صرف تقسیم
کا اختیار نہیں اگر تم پسند کرو اور اجازت دو تو یہ میری معصوم بچی کا حق ہے۔
اسکو دے دینا ۔۔

میں نے مرض اپنے پیچھے جان کر نہیں لگایا وقت نے مجھسے موافقت اور
زندگی نے وفا نہ کی اس ایک سال میں میری آنکھوں نے جو جو کچھ دیکھا وہ تم بھی
دیکھتے رہے مگر کٹ جائے یہ زبان اگر لب پر شکایت آئی ہو تم نے ان ہاتھوں کو کچھ
کہہ کر ہاتھ میں لیا تھا تم نے اس چہرہ سے کچھ کہتے ہوئے گھونگٹ اٹھایا تھا تم کو یاد
نہ ہو خیال نہ ہو مگر میرے دل پر ابھی وہ الفاظ نقش ہیں اور صرف موت انکو بھلا سکتی
ہے۔ تم نے یہ ہاتھ جو ہمیشہ بلند رہے چشم زدن میں زیر کر دیئے اور یہ آنکھیں جو ہمیشہ
شیر رہیں آناً فاناً دوسرے کا منہ تکنے والی بنا دیں جن کا منہ خوشامد کرتے کرتے
خشک ہوتا تھا انہوں نے بات کرنی بھی چھوڑ دی جس مسند پر عورت آنکھ اٹھا کر بیٹھنی
روا نہیں رکھتی اس پر سوکن آگئی مگر تیوری پر بل نہ آیا میں نے ہائے ہائے کی اور تمنے

نئی دلہن کے ساتھ قہقہے لگانے مجھے پسینہ کا شربت نصیب نہ ہوا اور تم نے روپے انعاموں میں دیئے لیکن مسلمان ہو ایمان سے کہنا کبھی ایک حرف زبان سے نکالا ہو تو آج منہ پر رکھ دو "۔

اتنا کہنا ضروری ہے جب نہ تھا اب ہے کہ خطاوار میں تھی قصور مجھ سے ہوا تھا معصوم بچی بے گناہ لڑکی کس جرم اور کس قصور میں ایسی خطاوار ٹھیری کہ صبح سے ہنستا ایک ٹانگ سے پھری اور دن کے دو بجے کھانا نصیب ہوا۔ مجھے اس کی شکایت کا حق نہیں تم دشمن نہ اور دوست تمہاری اولاد ہے رکھا جس طرح چاہا اور رکھو گے جس طرح چاہو گے لیکن آج منت سے خوشامد سے ہاتھ جوڑ کر ایک عرض کرتی ہوں۔ ماں کے بعد خدا تمہارا سایہ ہمیشہ رکھے اب اس بچی کا کوئی نہیں مجھے اس کی شرافت سے امید ہے کہ وہ مری ہوئی ماں کے مردہ کو بدنام نہ کرے گی لیکن زمانہ نازک اور وقت ٹیڑھا ہے اگر اس کی کوئی خطا کان تک پہونچے تو اچھی طرح تحقیقات کرکے سزا دینا"

سنگدل شوہر خاموش بیٹھا بیوی کی گفتگو سن رہا تھا اب آنسو کی کثرت نے بیوی کی زبان روک دی۔ وہ پھر ایک دفعہ قدموں پر جھکی اور کہا :۔

یہ آنسوؤں کے قطرے بخار زدہ آنکھوں سے نکلے ہیں اس التجا کی شرم اور ان آنسوؤں کی لاج رکھنا " ۔

(۸)

بہن بھانجوں کے دفن کے بعد قدیر دن رات اسی سوچ میں رہا کہ تینوں کی تربیت کا بار میری گردن پر تو نہیں کئی دفعہ بیوی سے مشورہ ہوا مگر معقول نتیجہ نہ نکلا اگر فیروزہ اس موقعہ پر اس خواب کا حال بیان کر دیتی تو قدیر کی طبیعت سے تعجب نہیں کہ وہ اس کو تسلیم کر لیتا مگر نہ معلوم کس مصلحت اور ضرورت سے فیروزہ نے وہ خواب محفوظ رکھا اور شوہر سے کیا کسی سے بھی ذکر نہ کیا ہاں اتنا ضرور ہی کہ جب کبھی وہ تنہا ہوتی یا بچھونا

پڑتیتی تو اس خیال سے کانپ جاتی اور سمجھ لیتی کہ یہ ظلم دیکھئے کیا نتیجہ دکھاتا ہے۔

دوپہر کے وقت ایک روز دونوں میاں بیوی بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ قدیر کی زبان سے نکلا منجھلی آپا کی خودکشی غضب ڈھا گئی دونوں بچوں تک کو ساتھ لے گئیں وقت کی بات ہی کہ ان کو اس قدر ناگوار ہوا ورنہ دادا جان سے تو میں نے سنا ہے کہ بڑی پھوپی جان کی تو ڈولی تک چھوٹے چچا کے نکاح میں نہ اُترنے دی

فیروزہ۔ اپنی آگ سے زیادہ پرائی آگ نہیں ہوتی ہم نے اگر برائی کی ہے تو ہمارا خدا دیکھتا ہے میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ مرنے والے بھائی کے نکاح میں ہمسائی کی رانڈ لڑکی نے آکر سہرے کو ہاتھ لگا دیا۔ دولھا نے پھڈکا بھی تو نہ کھلایا دلہن کا منہ تک دیکھنا نصیب نہ ہوا رستے ہی میں بجلی گری۔

قدیر۔ یوں تو پھوپی ملکہ ہی کو لو خود ان منجھلی آپا ہی کو دیکھو پھوپی ملکہ کے بیاہ میں چچی جان بیوی کی نیاز پر آ بیٹھیں اس وقت سب نے کہا کہ خدا خیر کرے وہی ہوا کہ بیچاری رانڈ ہوئیں ان بی منجھلی آپا کے ہاں بھی یہی ہوا کہ نصیبا کی ماں سامنے کھڑی تھی۔ جب بھائی صاحب اندر آئے پہلے پہل اسی کی صورت پر نظر پڑی آخر نہ رہے اور چل بسے۔

فیروزہ۔ یہ تو بڑوں کا تجربہ ہے کوئی دل سے لگائی باتیں تو ہیں نہیں جو ہم گنہگار ہوں۔

قدیر۔ میں پہلے ان باتوں کو وہم سمجھتا تھا اور اب ڈانواڈول ہوں مگر چند واقعات اس قسم کے پیش آ گئے کہ کچھ نہ کچھ تو اصلیت ضرور ہے۔

فیروزہ۔ یہ وہم کی کیا بات ہے جو کم بخت ایسی ڈائن نکلی کہ میاں کو چٹ کیا اس کے منحوس ہونے میں کس کو کلام ہے اس کا پرچھانواں خدا دشمن پر بھی نہ ڈالے اگلے زمانہ میں تو سا چق سے چالوں تک حکم نہیں تھا کہ رانڈ کا ذکر بھی گھر میں ہو جائے اب دھڑتے سے سب کچھ ہوتا ہے پھر دیکھ لو کوئی گھر بھی رانڈ سے خالی نہیں

قدیر۔ خیر مجھے تو یہ فکر ہے کہ کہیں میرے اوپر گناہ نہ ہوا ہو میں نے تو اپنی طرف سے ان کو اذیت پہونچائی نہیں ہاں اتنا قصور سمجھو کہ ان کو وہاں سے ہٹا دیا سو وہ بھی بچی کا معاملہ تھا اور مجھ کو اس سے آگے کچھ نہ سجھائی دیا ۔

فیروزہ۔ میں تو پہلے ہی کہہ رہی ہوں کہ اپنی آگ سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا ۔

(۹)

فضول خرچی میں یوسف شاہی خاندان کیا مرد اور کیا عورتیں ایک سے ایک افضل تھے کھانے کا شوق اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ اگر بیوی کا بس چلے تو شوہر کی پگڑی تک بیچ کھائے اور مرد کے اختیار میں ہو تو عورت کا دوپٹہ تک گروی رکھدے حشمت نے آنکھ کھول کر جب کو دیکھا کھانے پینے کا دھتیا چاہے جوتی پاؤں میں نہ ہو مگر کھانے کے ساتھ سیر بھر بالائی ناغہ نہ ہونے پائے تھانہ داری کی تنخواہ ستّر روپیہ اوپر کی لگ گئی تو روزی نہیں روزہ کوئی آسامی آن پھنسی دو چار سو ہاتھ لگ گئے نہیں تو سارا مہینہ کورا گزر گیا مختصر یہ کہ تنخواہ اور آمدنی چھٹے اٹھوں میں ختم ہو جاتی پہلی سے پانچ چار روز پہلے ہی بلوئیں بلوئیں پڑ جاتی کہاں بیچاری پہلی بیوی کہ روپیہ ہاتھ میں آیا تو مر کر آٹھ آنے اٹھائے اور آٹھ آنہ بچائے کہاں بی حشمت کہ روپیہ وہ اٹھائیں اور چار آنہ قرض کریں مگر میٹھے چاولوں کی تہ میں پیڑے ضرور ہوں۔ دوسرے نکاح کا بظاہر یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ کھانے پینے کو وہ چیزیں ہاتھ آنے لگیں جو پہلے برس میں دو ایک دفعہ ملجاتی تھیں تھانہ دار صاحب بیوی کے اس سلیقہ پر نہال نہال تھے اور یہ خیال تھا کہ بیوی کی دسوں انگلیاں دسوں چراغ ہیں کھانا ایسا پکاتی ہے کہ دلّی اور لکھنؤ کی باورچنوں تک کو مات کیا دو بیویوں کے علاوہ داروغہ جی کی ایک بیوہ چھوٹی بہن بھی تھی جس کی عمر اسوقت اکیس سال کی ہوگی یہ خاندان یوسف شاہی تو نہ تھا کہ بیوہ عورت کے نکاح کا

پیغام گالی سمجھا جاوے اور اگر کسی نے غلطی سے پیغام دیدیا تو ہزار گالیاں مل گئیں۔ لیکن کچھ تو اس لیئے کہ بیوہ بہن مفت کی ماما تھی بچہ نہ کچا نگوڑی نابٹی اکیلا دم اور کچھ اس لیئے کہ اپنا دل گوارا نہ کرتا تھا بھائی نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب بہن کا دوسرا نکاح نہ کرونگا اتفاق سے کوتوال شہر ایک معقول مسلمان تبدیل ہو کر آئے اور انہوں نے لاعلمی میں اپنے چھوٹے بھائی کا پیام جس کی بیوی اس سال مری تھی تھانہ دار کو دے دیا۔

تھانہ دار۔ آپ کو اس معاملہ پر غور کرنے سے پہلے درخواست کردی شاید آپ کو معلوم نہیں کہ میں نکاح ثانی معیوب سمجھتا ہوں۔

کوتوال۔ خوب مجھے علم نہ تھا کہ آپ مسلمان ہو کر ایسا خیال کرتے ہیں۔

تھانہ دار۔ مسلمان اور غیر مسلمان دوسری چیز ہے نکاح دوسری دیہات کے رہنے والے ان پر جان دینے والے لوگ ہیں ہمارے ہاں بیوہ کے نکاح کی رسم نہیں ہے۔

کوتوال۔ میں آپ کے خاندان یا آپ کے دیہات کو برا نہیں کہتا جہاں جہاں یہ رسم جاری ہے وہاں مردوں کی نفسانیت اور خود غرضی کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا خود تو بیوی کے مرتے ہی دوسرا نکاح کرلیں بلکہ ساٹھ برس کی عمر ہو تو پندرہ برس کی دلہن بیاہ لائیں اور ہاں بیوی کے بعد کیوں بیوی کی زندگی ہی میں اور دوسری کیسی تیسری اور چوتھی بھی اور عورت غریب کو چاہیئے وہ چند مہینوں کی بیاہی رانڈ ہو جائے دوسرے نکاح کی اجازت نہ دیں شرع اسلام کی تعمیل پر ادھر اتنے بکھیڑے اُدھر اتنے کچے۔

تھانہ دار۔ مگر یہ رسم تو بزرگوں سے چلی آرہی ہے اب اس میں کس کی مجال ہے کہ جو ترمیم کر سکے اور جناب عالی اصل بات یہ ہے کہ اپنی طبیعت بھی گوارا نہیں کرتی کہ عورت ایک مرد کے بعد دوسرے مرد کا منہ دیکھے یاد کھاوے۔

کوتوال۔ تھانہ دار صاحب آپ کیسی بچوں کی سی باتیں کرتے ہیں بزرگوں کی تو بہت سی ایسی باتیں ملیں گی جو آپ نے قطعاً چھوڑ دیں اور وقت آپ کو تجربہ سے بتا رہا ہے کہ پابندی رسوم امر پسندیدہ نہیں ایک زمانہ تھا کہ ہمارے بزرگ تعلیم نسواں کے سخت خلاف تھے اب وہ خیال یا رسم رفتہ رفتہ کمزور ہو رہی ہو رہا آپ کی طبیعت کا معاملہ کس قدر ظلم اور صریح بے انصافی ہے کہ آپ اپنے نفس کی تعمیل میں دنیا کی ہر شئے کو بیچ سمجھیں بچے موجود ہوں بیوی زندہ ہو مگر کوئی نہ کوئی عیب کچھ نہ کچھ خرابی نکالکر جھٹ دوسرا نکاح کر لیں لیکن لڑکی بیچاری اگر بیوہ ہو گئی تو تمام عمر دنیا کے ہر لطف سے محروم ہو جائے اس صریح ظلم پر جو آپ یا ہیں یا مسلمان جائز سمجھیں اور روا رکھیں ہمارا دعوے اسلام کس قدر افسوس کی بات ہے۔

افسوس پھر وہی کمزور بات آپ نے کہی آپ شب و روز جو کام کر رہے ہیں اسکا منشاً ہے کہ واقعی مجرم سزا پائیں اور بے گناہ رہائی لیکن اگر آپ ہی مجرموں کو رہائی اور بے گناہوں کو سزا دلوانے پر آمادہ ہو جائیں تو کیا آپ اس سے خوش ہونگے کہ کچھ لوگ آپ کو اچھا کہیں اگر آپ اس آن کو جو یقیناً لغویت ہے توڑ کر اسلام کے احکام کے موافق بیوہ کا نکاح جائز سمجھیں تو دین اور دنیا دونوں سرخ رو ہوں آپ نے شاید نہ دیکھا مگر میری آنکھیں بدنصیب بیوہ عورتوں کی حالت زار دیکھ چکی ہیں۔ میری رائے میں قیدیوں کی جیل خانہ میں پرندوں کی پنجرے میں بکریوں کی کیلے میں جو حالت ہوتی ہے قریب قریب وہی حالت ایک بیوہ کی شوہر کے بعد ہوتی ہے دنیا کی کونسی خوشی ہے جسمیں وہ شریک اور کونسا لطف ہے جسمیں وہ شامل ہو سکتی ہے اچھا پہنا اس کے واسطے جرم ہنسنا بولنا اس کے واسطے گناہ بناؤ سنگھار اسکے واسطے مذموم کہیں جانے کی اجازت اسے نہیں کسی سے ملنے کا حکم اسکو نہیں زندگی اسکو وبال اور جینا اسکو عذاب ایک بیکار زندگی ہے جو ایک انسانی صورت میں اپنے دن پورے

کر رہی ہے کیا آپ کی رائے میں وہ دیکھنے والے مظلوم بیوہ کی یہ حالت اپنی آنکھ سے دیکھیں اور مدد نہ دیں قیامت کے روز مواخذہ کے قابل نہیں ہیں ؟ سنا ہے اور پڑھا کہ "من اعان مظلوماً اعان اللہ یوم القیامۃ" جو شخص مظلوم کو مدد دے گا قیامت کے روز خدا اس کی مدد کرے گا میں تو کہتا ہوں بیوہ سے زیادہ مدد کے قابل اور کوئی مظلوم نہیں دوسرے لوگوں کو جو اذیت دنیا میں پہنچ سکتی ہے یا جو ظلم کسی ظالم کی طرف سے ہو سکتا ہے وہ وقتی ہے کہ ایک خاص وقت تک ہوا اور جاتا رہا لیکن بیوہ کی حالت ابدی ہوتی ہے جو تا دم واپسین ہر لمحہ روزافزوں ہے اسکی بدنصیبی ہر وقت ترقی کرتی ہے اور اس کے مصائب ہر لمحہ بڑھتے ہیں کبھی بڑے بڑے شہروں میں تم نے دیکھا ہو گا کہ شام کے وقت چڑی مار پرند پکڑ کر سر راہ کھڑے ہو جاتے ہیں رحم دل جب ادھر سے گزرتے ہیں اور ان بے زبان جانوروں کو تڑپتا دیکھتے ہیں تو دل کٹ جاتا ہے اور چڑی ماروں کو قیمت دے کر پرندوں کو چھوڑوا دیتے ہیں صرف اس لیئے کہ داخل ثواب ہوں۔ وہی کیفیت بیچاری بیوہ عورتوں کی ہے اور ہم جوان کا نکاح خلاف عزت سمجھتے ہیں ان چڑی ماروں سے کم نہیں جو پرندوں کو قید کر کے ان کی آزادی سلب کر لیتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ میری درخواست منظور فرمائیں اور میرے بھائی کو اپنی غلامی میں لیں ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ آپ اپنے خیالات کو تبدیل کیجئے اپنی رسم قبیح اور اپنی اس آن کو توڑیئے اور لغویات کو چھوڑیئے ۔۔

تاریخ دنیا میں جو تاریک پہلو عرب کے زمانہ جاہلیت کا ہے اور اس کا وہ تمدن جو لڑکیوں سے متعلق ہے بے مثل ہی معصوم اور بے زبان بچیوں پر جو مظالم اس وقت ٹوٹے اس کی مثال اس کے بعد نہ ملی اور یہ اندیشہ ہے کہ کبھی نہ ملے گی مجھے معلوم ہے کہ ستی کی رسم اس سے کم خطرناک اور جگر خراش نہیں لیکن اس لحاظ سے کہ یہاں اس فعل کا

فاعل دوسرا ہے اس سے زیادہ سخت ہو جاتی ہے اور اس اعتبار سے کہ بیوہ جو مصائب دنیا میں بھگتنے اور جو آزاد زندگی میں اٹھاتے ہیں ستی ہو جانے سے بہتر ہے یہ رسم اس کے مقابلہ میں اتنی سخت نہیں وہ ظالم تو کھلم کھلا یہ غضب کرتے تھے کہ جیتی جاگتی لڑکیوں کو ماں کی گود سے لے کر آغوش زمین میں سلا دیتے تھے یہ رسم ایک خاص مدت تک جاری رہی یہاں تک کہ اسلام ان کی حمایت کو اٹھا اور معصوم ہستیوں کو سنگدل ہاتھوں سے رہائی دلوائی لیکن اب بھی جبکہ مسلمان بیوہ کا نکاح جائز نہیں سمجھتے کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام نے عورت کی کچھ بھی وقعت کی میرے عزیز دوست آپ اپنے مذہب کو کس بری طرح بدنام کر رہے ہیں فانکحوا الایامیٰ آپ کے ہاں صریح فیصلہ ہے کیا اسکی مخالفت پر بھی آپ مسلمان ہونے کے اور کہلانے کے مدعی ہیں؟

میں پھر دوبارہ عرض کروں گا کہ اس تقریر سے میرا مطلب حاشا وکلا یہ ہرگز نہیں کہ میری تجویز پر آپ توجہ فرمائیں بلکہ صرف یہ کہ آپ اس رسم کو اپنے تمدن سے دور کیجئے اور جس طرح آپ نے اپنے حق عورتوں سے لئے اسی طرح ان کے حق ان کو دے دیجئے۔

(۱۰)

جب خود تمہارے والدین اس بات کے خواہشمند ہیں کہ چند روز کے واسطے تم اپنے گھر سے جائیں اور تم کو یقین ہے کہ مرض روز بروز ترقی کر رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ تم نہ جاؤ میری طرف سے تم کو اجازت ہے۔

ساجدہ۔ ابا جان اور اماں جان دونوں کا اصرار ضرور ہے اور مصلحت بھی یہی ہے کہ میں وہاں جا کر اپنا علاج کرلوں مگر طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ تمہاری خدمت سے جدا ہوں میں اب بھی ہر وقت بیکار پڑی رہتی ہوں کسی قسم کی مدد کے قابل نہیں وہاں جا کر مر گئی تو دنیا کے ساتھ میرا دین بھی برباد ہوا۔

تھانہ دار۔ کیوں دین کیوں برباد ہوا ؟

ساجدہ۔ اس لیے کہ تمہارے سامنے تمہارے در پر موت آئی تو تمہارے ہاتھوں پیوند زمین ہو کر آرام سے مرتی اور اطمینان سے اٹھتی ؟

تھانہ دار۔ ان باتوں کو چھوڑ دو۔ اور بسم اللہ کرو میں وہاں بھی تمہارے پاس آنے کی کوشش کرونگا ؟

ساجدہ۔ میری صحت اور زندگی تو یہی ہے کہ تمہاری خدمت میں موجود رہوں ؟

تھانہ دار۔ مگر میں تمہارے والد صاحب کی درخواست رد نہیں کر سکتا ؟

ساجدہ۔ میں حیران ہوں کہ بیماری کا علم ان کو کیونکر ہوا میں نے جب تم ہی سے ذکر نہیں کیا تو ان سے کیا کرتی ؟

تھانہ دار۔ میں نہیں کہہ سکتا ؟

تھانہ دار صاحب کی بڑی بیوی ساجدہ میکے جانے سے انکار کر رہی تھی اور تھانہ دار اصرار کچھ دیر تک میاں بیوی میں بحث ہوتی رہی ابھی کچھ نتیجہ نکلا نہ تھا کہ ایک ماما نے آکر ساجدہ کو خط دیا اس نے کھولا اور باآواز بلند اس طرح پڑھنا شروع کیا ؟

" نور چشمی ساجدہ بیگم۔ تم نے تحریری یا زبانی اشارۃً یا کنایۃً اسوقت تک اپنی بیماری کی اطلاع مجھ کو یا ماں کو یا بھائی کو یا بہن کو کبھی نہ دی پرسوں شام کو ایک عرصہ کے بعد تمہارے میاں آئے تو کیفیت معلوم ہوئی کہ بخار اس حد تک اور نوبت یہانتک پہونچگئی میں باپ ہوں ماں ہے خواہش جائز اور کوشش فطرۃ ہے کہ علاج کراؤں دولت قربان اور جان نثار کروں۔ لیکن یہ توقع کہ تم اپنے فرائض میں غفلت کرو اور میری خواہش کو ترجیح دو غلط یقیناً غلط اگر تمہارا دل گوارا تمہاری طبیعت برداشت اور تمہارا ایمان روا نہیں رکھتا کہ تم شوہر کا گھر چھوڑ کر میرے در پر آؤ تو مجھ کو مجبور اور تم کو تعمیل کرنے کا حق نہیں ہمارا حق اس روز ہمارا زور اس گھڑی ہمارا دعویٰ اس وقت جب اسلام نے تم کو

نکاح کے ذریعہ سے ایک مرد کی ملکیت بنا دیا۔ ختم ہما تم اور وہ جو تمہارا مالک ہے تم اور وہ جو تمہارا خدائے مجازی ہے تم اور وہ جو تمہارا شوہر ہے خاوند ہے آقا ہے اگر ہمارے حقوق تسلیم کرو ہماری محبت کی قدر کرو ہماری مامتا کی وقعت سمجھا تو تمہارا احسان تمہارا اکرم تمہارا شکریہ ورنہ گلہ نہ دعویٰ شکوہ نہ شکایت۔ موت ایک دفعہ آنی اور جان ایکروز جانی ہے لیکن خوش نصیب ہے وہ عورت جو شوہر کی آنکھوں کے سامنے زندگی کو رخصت اور دنیا کو وداع کرے میرا اصرار ماں کی محبت اور میری شفقت کا اظہار تھا ورنہ میں جانتا ہوں مجھے علم ہے میرا عقیدہ ہے کہ سسرال کے پتھر میکے کے پھولوں سے شوہر کی مار باپ کے پیار سے اور اپنے گھر کے چنے ماں کے گھر کے قورمے سے ہزار درجہ افضل و اعلیٰ اور بہتر ہے۔

اگر تمہاری رائے میں تمہارے خیال میں تمہارے قیاس میں مصلحت و ضرورت اور حاجت یہ ہے کہ تم وہاں رہو یہاں نہ آؤ تو مجھے ناگوار نہیں سچ پوچھو تو ہماری طرف سے ہی وداع ہو چکی کہنے کو عارضی ہو مگر حقیقۃً حقیقی تھی لڑکی کی شادی میری رائے میں سمندر کا غوطہ ہے۔ خواہ موتی نکلیں یا کنکر۔

ہم تو آج کیا اس دن سے تم کو رو چکے جب تم ہمارے گھر سے رخصت ہو کر سسرال پہونچیں تقدیر اچھی ہوتی خوش رہتیں آباد رہتیں مقدر درست نہ تھا پھولوں بھری سیج کانٹوں سے اور موتی بھرا تھال ٹھیکروں سے پٹ گئی اور بدل گیا۔

تم ہمیشہ نہیں کبھی اور ہر وقت نہیں تو کسی نہ کسی وقت زبان سے نہیں تو دل میں کہتی ہو گی کہتی نہ ہو گی خیال آتا ہو گا اور ضرور آتا ہو گا کہ باپ نے فرض کی ادائگی میں توجہ سے کام نہ لیا نکاح کر دیا مگر بے سوچے رخصت کر دی لیکن بغیر سمجھے ضرورت تھی کہ اچھی طرح مناسب تھا کہ پورے طور پر پرکھ کر جانچ کر تول کر ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں تمہارے اس خیال کا شرمندہ ضرور ہوں اور ہوں گا۔ پھر کیا کہنا پڑے گا کہ میرا انتخاب تمہارے واسطے عذاب ہو گیا اور جن آنکھوں سے توقع تھی کہ محبت کی نظر پڑ ڈالیں گی ان سے اسر

ٹپکنے لگا مگر پیاری بچی گنہگار باپ بے قصور ہے اور اس کا شاہد خدا کے سوا کوئی نہیں کہ اپنی طرف سے اطمینان میں اور اپنے طور پر تحقیقات میں کمی اور کسر نہ کی ۔

تم کہو نہ کہو بتاؤ نہ بتاؤ مگر مجھے معلوم ہے کہ تمہارے شوہر کا نکاح ثانی موت کا بہانہ اور علالت کا عذر ہو گیا لیکن تمہارا خیال غلط تمہارا ملال جھوٹا تمہاری رائے بیکار اور تمہارا قیاس بودا تمہاری بیماری ظاہر تمہارا دورہ روشن کوئی وجہ نہ تھی کوئی سبب تھا کہ ایک شخص اپنی زندگی تمہاری وجہ سے برباد کرتا ۔

جو ہونا تھا وہ ہو گیا سوچنا یہ کہ اب کیا کرنی زندگی بھلی یا بری جیسی گزرنی تھی گزر گئی اب مدت ایک اور زندگی شروع کرے گی ۔ وہ زندگی خوشگوار ہو اور وہ شوہر جس کی دلہن بننے والی ہو اور جس کی سیج جنگل بیابان کی قبر ہو گی تم سے خوش ہے سسرال کے لوگ فرشتے اور حوریں تمہاری ہستی سر آنکھوں پر رکھیں اور تم آئندہ نسلوں کے واسطے ایسا سبق چھوڑ جاؤ کہ دنیا تمہارے نام پر فخر کرے اور بیویاں تمہارے قدموں کی خاک کا سرمہ بنائیں ۔

ماتم سے رخصتی میں تم سے خوش اودھر کا بیڑا پار ہے اب کامیابی کا انحصار اور راحت ابدی کا دارومدار صرف شوہر کی فرمانبرداری رہا اگر اس منزل میں قدم ڈگمگا گیا اس رستے میں تیوری پر بل لے آئی اس سفر میں ہاتھ پاؤں کپکپا گئے تو ادھر سے بھی گئیں اور ادھر سے بھی آزمائش کا موقع اور امتحان کا یہی وقت ہے سینے پر آرے کلیجہ پر چھریاں اور زخموں پر تیر چلیں مگر زہر کا گھونٹ شہد اور تلخی کا ہر قطرہ شربت ہو ،، ۔

ساجدہ نے یہ خط پڑھا اور میاں کو سنایا اکثر جگہ اس کی آنکھ میں آنسو آئے مگر جس وقت اس نے یہ آخری سطر پڑھی کہ :-

بیٹی یاد رکھنا عورت کی مصیبت اسکی شرافت کی کسوٹی ہے کوشش کرنا کہ باپ

دادا کی آبرو میں فرق نہ آنے پائے۔ اس دنیا کو خیرباد کہو اور اب ادھر کی لو لگاؤ جہاں ہمیشہ رہنا اور سدا رہنا ہے ساجدہ منزل کر دی اور رستہ سیدھا ہے خدا کا نام لو بسم اللہ کرو اور اب اس منزل میں قدم رکھو۔"

تو اس کو چکر آ گیا اور بیٹھ گئی تھانہ دار بھی اس خط کو سنکر سناٹے میں تو ضرور رہ گیا مگر اسکی دلی خواہش تھی کہ ساجدہ کسی نہ کسی طرح سے چلی جائے اور پھر اس کے جھگڑے سے پاک ہو اس لیئے وہ بدستور اپنی ضد پر اڑا رہا اب ساجدہ بھی مجبور اور خاموش تھی کہ ڈولی آ گئی اور بد نصیب بیوی شوہر کے ہاں سے روتی ہوئی روانہ ہو گئی ۔

(۱۱)

کلکٹر صاحب کے بنگلہ پر ان کے دو دوست ایک ایک رات کے واسطے آ کر ٹھیرے ایک تین بجے رات کے چلے گئے دوسرے جس وقت چلنے لگے تو بیرے نے اطلاع دی کہ سونے کی گھڑی جو کبس کے اندر رکھی تھی غائب ہو اول تو کرچی کلکٹر صاحب کی دوسرے گھڑی جس کی رو سے بھی کلکٹر مال کا ہضم ہونا اور واردات کا اخفا کرنا آسان بات نہ تھی پولیس میں اطلاع ہوئی تھانہ دار صاحب نے ہر چند کوشش کی مگر پتہ نہ چلا بہ مشکل تمام اتنا سراغ لگ سکا کہ صاحب کے دوسرے دوست کا بیرا نذیر جو تین بجے رات کو صاحب کے ساتھ گیا گھڑی لے گیا۔ اتنا پتہ لگتے ہی تھانہ دار صاحب نے صاحب کو تار دیا کہ اپنے نوکر نذیر کو فوراً روانہ کر دیجئے ۔

صاحب کو کیا عذر ہو سکتا تھا تار دیکھتے ہی بیرے کو بلایا اور کہا تم فوراً روانہ ہو جاؤ دوسرے روز صبح کو نذیر تھانہ دار صاحب کی خدمت میں حاضر تھا کھلی ہوئی بات تھی کہ کوٹھی ایک کلکٹر کی گھڑی ایک کلکٹر کی مگر دیکھنے کے قابل بات یہ تھی کہ ملازم بھی کسی گرے پڑے کا نہ تھا وہ بھی مجسٹریٹ تھا تھانہ دار نے دم دلاسے دیکر ہر چند پوچھا نذیر صاف انکار کئے گیا تھانہ دار نے حسب عادت سختی شروع کی اور جب

اس سے بھی نہ نکلا تو ہنٹر ہاتھ میں لے کھال اُڑا دی مرتا کیا نہ کرتا جب شڑاشڑ ہنٹر پڑنے لگے اور اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ بدبخت اقرار جرم کرے تو نذیر نے کہا جی ہاں گھڑی موجود ہے ٭

تھانہ دار۔ کہاں ہے ؟

نذیر۔ گھر پر رکھی ہے ٭

تھانہ دار۔ اچھا ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔

نذیر۔ چلیئے ٭

تھانہ دار اور نذیر دونوں مع ایک سپاہی کے چلے اور دو پہر کے وقت پہونچے تو نذیر نے تھانہ دار صاحب سے کہا کہ آپ یہیں ٹھیریئے میں لاتا ہوں ٭

اتنا کہہ کر نذیر صاحب کے سامنے گیا اور اپنے کپڑے اتار کر پھینکدیئے دیکھا تو اس کی پیٹھ اُدھڑی ہوئی تھی اور بدھیوں میں خون جھلک رہا تھا نذیر نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا میرا جسم ملاحظہ فرما لیجئے تھانہ دار نے کھال اڑا دی میں آس نہ پاس حضور کے ساتھ گیا ساتھ آیا ابھی گھر جانا بھی نصیب نہ ہوا تھا کہ حضور نے جانے کا حکم دیا فوراً روانہ ہو گیا اب اس کے سوا علاج نہ تھا کہ چوری کا اقرار کر لوں اور اس بھلا نے مصیبت سے نکلکر حضور تک پہونچ جاؤں ٭

نذیر کا تمام بدن نیلا ہو رہا تھا صاحب نے اس سے صرف اتنا کہا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے تم جانو اور تھانہ دار جانے مگر اسی وقت ڈاکٹر کو بلوا کر اس کے جسم کا معائنہ کروا تحریر لے لی کہ سخت مار پڑی ہے ٭

صاحب کے انکار سے نذیر روتا پیٹتا تھانہ دار صاحب کے ساتھ پھر واپس ہوا مگر تھانہ پہونچتے ہی کپتان صاحب نے طلب کیا اور باضابطہ مقدمہ قائم کر لیا۔

تھانہ دار کی گرفتاری نے یوں تو تمام شہر میں تہلکہ مچا دیا تھا مگر جس وقت سے

ساجدہ نے یہ خبر سُنی اسکی آنکھوں میں دنیا اندھیر تھی اس کی حالت اسوقت ہمیشہ سے خراب تھی مگر شوہر کے آگے وہ اپنا دکھہ اور تکلیف سب بھول بسر گئی ایک مشہور وکیل نے پانسو روپیہ پیشگی پر رہائی کا وعدہ کیا افسوس یہ ہے کہ حشمت جسکی شادی کو پانچواں سال تھا اور جس نے پانچ سال تک متواتر سینکڑوں ہزاروں روپیہ شوہر کی کمائی سے لیئے اور اُٹھائے۔ پانچ پیسے دینے کے قابل نہ نکلی مگر ساجدہ جس کی چھاتی پر سوکن نے ہر وقت مونگ دلے اتنا سُنتے ہی بے اختیار ہوگئی اسنے اپنا تمام زیور اُتار اُتار کالیا اور ایک ہزار روپیہ جو اسکے پاس موجود تھا ساتھ لے ڈولی میں بیٹھ عدالت میں حاضر ہوئی جس وقت گرفتار تھانہ دار سامنے آیا اُس نے اپنے پاس بلایا اور اس کے قدم چوم کر زیور اور روپیہ پیش کیا۔ اور کہا یہ جو کچھ ہے تمہاری کمائی کا ہے اس کے صرف کا اس سے بہتر موقع اس سے اشد ضرورت اور کونسی ہوگی۔ یہ بھی عجیب نازک وقت تھا تھانہ دار کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے اپنی اذیت سے نہیں اس خیال سے کہ جس بیوی کے ساتھ میں نے یہ کچھ سلوک کیا وہ آج کس طرح اپنی شرافت کا جوہر دکھا کر اپنا اثاثہ مجھ پر قربان کر رہی ہے اسکی زبان سے کچھ نہ نکلا مگر اس کے جسم کا ہر رونگٹا زبان حال سے شکرگذار تھا ساجدہ اسی طرح اپنے باپ کو ساتھ لے وکیل کی خدمت میں حاضر ہوئی اسکو ہزار روپیہ نقد دیا اور وعدہ کیا کہ کامیابی کے بعد ایک ہزار روپیہ اور نذر کروں گی ۔

وکیل کی کوشش کامیاب ہوئی اور تھانہ دار بری کر دیا گیا مگر افسوس جس شخص نے بیوی کو بیمار سمجھ کر دوسرا نکاح کیا اور عین اسوقت جب رہائی کا حکم ملا شکریہ ادا کرنے کے واسطے بیوی کی ڈولی کی طرف جھکا فرط مسرت سے دل کی بیماری جس میں عرصہ سے گرفتار تھا رنگ لائی اور بے انتہا خوشی میں دفعۃً قلب کی حرکت بند ہوئی اور ساجدہ کے قدموں میں گر کر مر گیا ۔

(۱۴)

بیوگی کی چادر سیاہ سر پر آنا تھی کہ حشمت کی تمام عزت و وقعت ختم ہوئی وہی ما باپ جو سہاگن کے قدموں میں آنکھیں بچھاتے تھے شیر کی طرح گھورنے لگے ایک علیحدہ کمرہ اسکو مل گیا جہاں دن رات چوروں کی طرح حوالات میں بند پڑی رہتی برسات کے دن اور ساون کا مہینہ تھا ریار پیچ عتیقی چچا کے ہاں لڑکے جھولا ہوا کنبہ کی عورتیں محلہ کی لڑکیاں سب جمع تھے خود قدیر کی بیوی فیروزہ چونکہ شوہر زندہ اور سہاگن تھی شریک ہوئی مگر حشمت اس لیے کہ اب اسکو دنیا میں زندہ رہنے اور کسی سے بات کرنے ہی کا کوئی حق نہ تھا شریک نہ ہو سکی شادیوں کے موقعے اکثر آئے جلسوں کے اتفاق بارہا ہوئے دنیا شریک ہوئی لیکن حشمت کو اجازت نہ تھی۔ حد یہ ہے کہ ایک روز دن کے وقت اپنے کمرہ میں بیٹھی کنگھی کر رہی تھی اور اتفاق سے دروازہ کھلا ہوا تھا قدیر آگیا اور نظر بیٹی پر پڑ گئی۔ دیکھتے ہی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور بیوی سے کہا:

یہ ستم اور غضب ہے کہ رانڈ ہو کر بھی سر گوندھنے کا مزہ نہ گیا کون اس کا دیکھنے والا بیٹھا ہے جس کے لیے سر گوندھ رہی ہے ۔۔

فیروزہ۔ مجھے تو خبر ہی نہیں ادھر بیٹھی ہوں ۔۔

قدیر۔ جاؤ ادھر جاؤ آنکھیں کھول کر دیکھو ۔۔

فیروزہ جاکر دیکھتی ہے تو واقعی حشمت سر گوندھ رہی تھی دونوں میاں بیوی برس پڑے اس واقعہ کے بعد سے پھر بد نصیب کو سر گوندھنا تو درکنار ہنسکر بات کرنا بھی ستم تھا دن رات رو رہی تھی اور مرنے والے شوہر کی یاد کئی دفعہ قصد کیا کہ پھوپی کی طرح زہر کھا کر مر جاؤں مگر اب قدیر نے یہ احتیاط کر دی تھی کہ اس قسم کی کوئی چیز گھر میں نہ آنے پائے ۔۔

تھانہ دار کی زندگی میں حشمت پانچ برس کی بیاہی چوتھی کی دلہن تھی سر سے

پاؤں تک گوندنی کی طرح زیور میں لدی پھولوں میں بسی عطر میں ڈوبی لیکن اب کیفیت یہ تھی کہ کپڑے میلے چکٹ سر پھولا ہوا بدن چھپا ہوا ہاتھ میں چوڑی نہ پاؤں میں چھلا +

قدیر کے لڑکے ظہیر کی شادی ٹھیری اور تین روز پہلے سے بندگی بندا ہو گئی کہ حشمت اپنے کمرے سے دن کے وقت باہر نہ نکلے مگر جیتی جان کے ساتھ ہزار ضرورتیں ہیں دہن کا جوڑا کترا جا رہا تھا کہ حشمت باہر نکلی یہاں ہم کو قدیر اور فیروزہ سے جہاں آرا کے معاملہ میں کوئی شکایت باقی نہیں رہتی جن رہمیوں نا ہنجاروں کو بیٹی کی صورت ناگوار ہوئی انہوں نے بہن کے ساتھ جو کچھ کیا وہ جائز بیٹی کا آنا دونوں ہی کو ناگوار ہوا اور تجویز یہ ہوئی کہ جب تک شادی ہو حشمت کو سسرال بھیجدیں۔ یوں بھی حشمت آئی جاتی رہتی تھی اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ بھیجدی گئی +

تھانہ دار کا چھوٹا بھائی ہارون جو اب تک پردیس میں تھا اور اب بھائی کے مرنے کی خبر سنکر آیا حشمت کی صورت دیکھتے ہی بے قابو ہو چکا تھا اور کئی دفعہ قصد کیا کہ نکاح کا پیغام دے مگر یوسف شاہیوں کی آن معلوم ہونے کے بعد کس کی ہمت تھی کہ پیام تو درکنار اس سلسلہ میں کوئی بات بھی زبان سے نکال سکتا تھا اسوقت حشمت بھی اپنی موجودہ زندگی سے بیزار تھی اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر باقی عمر اسیطرح بسر ہونی ہے تو موت زندگی سے بہتر +

حشمت ڈولی سے اُتری تو ہارون کرسی پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا آواز سنتے ہی دروازہ پر اور دیکھتے ہی کہنے لگا +

"اس وقت جو دعا مانگتا قبول ہوتی"

حشمت۔ میری موت کی دعا کیجئے۔

ہارون۔ توبہ توبہ کیا کہتی ہو یہ کہنے کی باتیں ہیں +

حشمت۔ ہاں سچ کہتی ہوں اس زندگی سے موت بہتر ہے +

ہارون۔ یہ زندگی خود تمہارے اپنے اختیار میں ہے جب وقت چاہو بدل لو۔

حشمت نے اس کا جواب کچھ نہ دیا اور اس خیال سے کہ اپنے مقصد میں جلد کامیاب ہو جاؤں گا اسی روز بیوہ بہن کا نکاح کوتوال صاحب کے چھوٹے بھائی سے کر دیا۔

نکاح کے بعد ظہیرہ کی دن رات یہ کوشش تھی کہ بھائی کا نکاح حشمت سے ہو جائے مگر یہ نکاح آسان نہ تھا قدیر فیروزہ اور فیروز تینوں کو موت آ جاتی جب یہ ایک نکاح شادی ہوتا تو ہوتا، ہارون کی محبت کا اثر حشمت پر بھی اندر ہی اندر تھوڑا بہت ہو رہا تھا اور اگر باپ کی یہ سختی اور ماں کی زیادتی نہ ہوتی تو تعجب نہیں کہ وہ بقیہ عمر انہی خوشی میکے میں بسر کر دیتی اور نکاح ثانی کا نام نہ لیتی لیکن حالات نے کچھ ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ اسکو زندگی کا ایک ایک لمحہ وبال تھا کسی ماما مغلانی لونڈی باندی تک کو حکم نہ تھا کہ تنہائی میں جا کر اس سے بات کرے ممکن تھا اگر اس عرصہ میں کوئی بچہ ہوتا تو شاید وہی بیوہ کا دل بہلا دیتا مگر یہ بھی نصیب میں نہ تھا اب ہر وقت آئندہ زندگی کا چکر تھا اور وہ تھی شام کے قریب ایک روز وہ خاموش اپنے کمرہ میں لیٹی تھی کہ ظہیرہ آئی اور اسکے پاس خاموش بیٹھ گئی۔

ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد ظہیرہ نے کہا:۔

بھابی جان کچھ کہہ تو سکتی نہیں مگر آپ دیکھ رہی ہیں کہ چھوٹے بھائی جان کی حالت کیسی ہوتی چلی جا رہی ہے آخر اب خود ہی کوئی تجویز بتایئے کہ کیا کیا جائے۔

حشمت۔ میں اس کا کیا جواب دوں تم جانتی ہو کہ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ اگر ایسا خیال بھی کروں گی تو جس طرح تین جنازے پھوپی جان کے اس گھر سے نکلے اسی طرح تین جنازے اور نکلیں گے تم خود اپنی حالت دیکھ لو جب تک تمہارے بھائی زندہ ہے نکاح نہ ہو سکا۔

ظہیرہ۔ پھر آخر کیا ترکیب کی جائے۔

حشمت۔ کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی +

ظہیرہ۔ تو کیا تم کو ان پر رحم نہیں آتا ؟

حشمت۔ میں رحم کر کے کیا کر سکتی ہوں۔

ظہیرہ۔ تم سب کچھ کر سکتی ہو۔

حشمت۔ جو کچھ تم نے کہا میں کرنے کو تیار ہوں مگر تم نے ہی کیا کر لیا جو مجھ سے چاہتی ہو۔

ظہیرہ۔ میں تو سخت حیران و پریشان ہوں ان کی حالت دیکھی نہیں جاتی تمہاری مجبوری واقعی درست ہے ؟

تین بلکہ چار گھنٹہ تک نند بھاوجوں کی باتیں اس طرح ہوئی۔ اپنے چلتے وقت ظہیرہ ایک خط حشمت کو دے گئی نند کو رخصت کرنے کے بعد حشمت نے خط نکالا یہ تھا ؟

حشمت جہاں بیگم ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اب جبکہ میری جان پر آ بنی مجھے یہ حق حاصل ہو کہ میں اپنے نکاح کا پیام تم کو دوں میں جانتا ہوں کہ یوسف شاہی خاندان میں بیوہ کا نکاح ایک قیامت برپا کر دے گا خون ہوں گے اور نکاح نہ ہوگا اس سے یہ ہی بہتر ہے کہ میں خود ہی تم پر قربان ہو جاؤں۔ اچھا حشمت خدا حافظ ؟

ان چار سطروں کے پڑھنے کے بعد حشمت کے دل کی کیفیت کچھ اور ہو گئی اور اُس نے سوچا کہ واقعی ایک شخص کا خون میری گردن پر ہوگا لیکن میں خود مجبور ہوں کہ کچھ نہیں کر سکتی مگر ہاں اس میں تو حرج کچھ نہیں کہ میں اماجان سے باتوں باتوں میں ذکر کروں اور ان کا عندیہ دریافت کروں میں جانتی ہوں کہ وہ آگ بگولا ہوں گی۔ ابا جان سے ذکر کر دیں گی تو آفت آ جائے گی زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ مجھے مار ڈالیں گے بلا سے میری موت اور خود مجھ کو تمام آفتوں سے چھٹکارا دلوائے گی اور پھر جب میں نہ ہوں گی تو زمانہ جو چاہے سو کرے لیکن خط کا جواب تو لکھدوں ظہیرہ اس قدر اصرار کر گئی ہو کل وہ پھر آئے گی +

دل میں یہ فیصلہ کر کے حشمت قلم دوات لے کر بیٹھی گئی پرچے لکھے اور پھاڑے مگر ایک بھی ٹھیک سمجھ میں نہ آیا آخر اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر نکلی ماں کے پاس آئی ارادہ کیا کہ کچھ کہوں مگر زبان تک آ نہیں سکی پھر اندر گئی اور لکھنے بیٹھی ڈیڑھ گھنٹہ تک یہ سلسلہ جاری رہا کبھی اندر جاتی کبھی باہر آتی مگر نہ ماں سے کچھ کہہ سکتی نہ کہا جاتا تھا یہاں تک کہ شام ہوئی اور شام سے رات ہو گئی۔ جاڑوں کا موسم تھا پلنگ پر لیٹی اور کچھ سوچنے لگی۔ دیر تک اسی چکر میں منہمک رہی۔ سوچتی تھی لکھتی تھی پھاڑتی تھی اٹھتی تھی ٹہلتی تھی بیٹھتی تھی اس تمام محنت اور غور و فکر کا نتیجہ یہ ایک فقرہ تھا۔

"مجبور ہوں سمجھ میں نہیں آتا کیا جواب دوں"

(۱۳)

گرمی اس غضب کی پڑ رہی تھی کہ الامان الحفیظ بڑھاپے اور صحت فیروزہ چاندنی رات میں اجلے برف کپڑے پہنے سپید چادروں پر بیٹھے تھے موتیا کی لپٹیں پھولوں سے آ رہی تھیں دولہا دلہن کا کمرہ گلاب گنڈی کی دکان تھا لیکن حشمت اپنی کوٹھری اور کپڑوں کے اعتبار سے ویرانی کے قیدی سے کچھ ہی بہتر تھی عورت تھی جوان تھی دل تھا ارمان تھا۔ پھولوں کو سونگھ کر چاندنی میں لیٹ کر ہوا میں بیٹھ کر وہ بھی زندہ رہنے کی خواہش مند تھی اور زندگی منحصر تھی کچھ آسائشوں پر جو ختم ہو چکی تھیں کچھ راحتوں پر جو نہ رہی تھیں۔

دل صرف آہ کرنے کو اور آنکھیں فقط حسرتوں کے رونے کو باقی رہ گئی تھیں وہ ایک علیحدہ چھت پر ہوئی جہاں صرف چاندنی ادھر اس کے درد کی شریک اور ادھر درد کے زخم پر چرکے دینے کو موجود تھی۔ سوچتی تھی۔ جوانی کا بادل گھر گھر اٹھا گھمنڈ کر آیا مگر برسنے سے پہلے ہوا لے اڑی دھواں دھار گھٹا

جس کو سمجھا تھا کہ مدتوں کی جلی بھنی کھیتیوں کو جل تھل اور سوکھی کیاریوں کو لہلہادیگی دیکھتے دیکھتے ہی اتر گئی کہنے کو پانچ چھ برس سہاگن رہی مگر آنکھ کھلی تو کچھ نہ تھا کیا یہ زندگی زندگی ہے کیا بیوہ عورت عورت ہے قبر کی زندگی اس زندگی سے یقیناً بہتر ہوگی اگر وہاں ہوگی نہیں ہے اور اگر ہے تو اس کا احساس نہیں ہے کیا میری عمر اس قابل نہیں کہ میں نکاح کروں کیا اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی یہ درست ہے کہ میں تیس کے قریب پہونچ جاؤں گی اور یہ بھی صحیح کہ جیسی ادھیڑ لیکن میں آئینہ دیکھتی ہوں تو میری صورت بدستور میرا رنگ روغن وہی چہرے پر جھری نہیں بڑھاپے کا آثار نہیں بالکل لڑکی پڑی ہوں خدا کا غضب بڑھیا اماں تبرمیں پاؤں لٹکائے بیٹھی ہیں انکو سب کچھ چاہیئے بغیر چھ ماشہ عطر کے نہانا گناہ سوا مونتیا کے تیل کے اور تیل ڈالنا قسم ہفتہ میں چار وقعہ کپڑے بدلیں گرمی میں ایک دن بیچ اور جاڑے میں جمعہ کے جمعہ مہندی لگائیں سرمہ ہو کاجل ہو کنگھی ہو چوٹی ہو جاڑا گرمی برسات پھولوں کی بالیاں نہ نہوں دانت ہلنے لگے مگر مسی کی دھڑی نہیں چھٹتی اور میں میرے کھانے پینے کپڑے پہننے اوڑھنے کا وقت ایک ایک چیز کو ترسوں۔ ایک ایک سے پھڑکوں بناؤ کے قریب نہ جاؤں سنگار کے پاس نہ پھٹکوں اس روز صرف سر گوندھنے پر قیامت ٹوٹی توبہ توبہ ؎

شرم حیا غیرت ہر چیز کا موقعہ اور وقت ہوتا ہی اس زندگی کو اور اس حیاء کو سلام دونوں ہاتھوں سے سلام بہت ہوگا اماں آبا جان سے مار ڈالیں گے پھر کیا ہے جان جانی ہے جا چکے اس زندگی سے تو موت اچھی بہت اچھی ؎

برا کس قدر مسرور ہو رہی ہیں کل کا پرچہ واقعی ایسا ہے کہ دیکھ کر دل کٹتا ہے میری وجہ سے ایک شخص کی زندگی برباد ہو گی اس کا عذاب مجھ پر نہیں تو کس پر ہوگا اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ عورت صرف ماں باپ کے لیئے پیدا کی گئی ہے اگر ایسا ہے

تو خود امّا جان اور ابا جان کو کیا حق حاصل ہے کہ اپنی زندگی مزے سے بسر کریں اور والدین کا کبھی بھول کر بھی بر سبیل خیال نہ کریں ذرا ابا جان اپنے گریبان میں تو منہ ڈالیں کہیں شادی تک میں اماں جان کو رات کے رہنے کا حکم نہیں اوّل تو کہیں جاتی ہی مشکل سے ہیں اور ان کا جانا کیا جہاں کی اجازت مل جاتی کہیں دوسرے جاتی ہیں تو ایسی اٹھاؤ چولھا کہ ادھر گئیں اُدھر آئیں۔ ابا جان مجھ پر تو ایسے بگڑے مگر خدا کو کیا منہ دکھائیں گے نانا جان کے آخر وقت امّا جان ایک رات رہ گئی تھیں کیا قیامت توڑی ہے تعجب ہے کہ دنیا بھر کی تمام خوشیاں صرف ان ہی کی ذات کے واسطے پیدا ہوئی ہیں ۔۔

اگر واقعی عورت صرف ماباپ کے لیے پیدا کی گئی ہے تو پھر شادی بیاہ کیا معنی رکھتا ہے کیا مزے کی سی ہے کہ پہلے نکاح کا تو یہ فکر یہ کوشش یہ پریشانی کہ دیر لگی تو کھانا پینا تک چھوٹ گیا اور اب وہی میں وہی امّا وہی ابا وا کہ دوسرا نکاح گناہ کبیرہ عذاب شدید حرام قطعی گویا پہلا نکاح اللہ میاں پر احسان تھا فرض پورا کرنا تھا چھدّا امّا رانا تھا ۔۔

اگر ابا کا اصرار ایسا ہی رہا اور ہارون کی حالت ردّی ہوتی گئی تو اس کے سوا اور کیا کر سکتی ہوں کہ امّا جان سے پوری کیفیت بیان کر دوں ۔۔

حشمت کی رات کا بڑا حصہ اسی ادھیڑ بن میں بسر ہوا گھر بھر پڑا سوتا تھا اور وہ اکیلی ان ہی الجھنوں میں چکرا رہی تھی مگر سوچتی کچھ بھی ہو تا کچھ تھا۔ کامیابی کی امید اور اطمینان کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ گرمی کا موسم تھا نماز صبح کے وقت قدیر کی چچا زاد بہن حشمت کی پھوپی بیٹے کی شادی کا بلاوا دینے آئیں۔ آج رات کو وہ بھی بڑی رات گئے چنبیلی کے دو پھول یہ سمجھ کر کہ نماز کے وقت اتاردوں گی حشمت نے دونوں لوگوں میں ڈال لیے تھے پھوپی کے آنے کی خوشی میں پھول اتارنے

بھول گئی اور سیدھی جا گلے سے لپٹ گئی ادھر قدیر ادھر پھوپی ادھر سامنے دولہا دلہن اور ایک طرف حشمت پانچ آدمیوں کی نظر قہر آلود ایک حشمت کے چہرہ پر نہیں۔ اس کے کانوں پر تھی اور اس بدنصیب کو خبر نہ تھی کہ مجھ پر عنقریب ایک ستم ٹوٹنے والا ہے کہ پھوپی نے کہا بیٹی یہ کانوں میں پھول کیسے ہیں؟ کیا اماجان نے اور نکاح کر دیا رانڈ کو پھول پہنائے ہیں۔

حشمت کو کاٹو تو بدن میں خون نہیں قدیر غصہ میں لال فیروزہ آپے سے باہر ایک چور تھا کہ سامنے بیٹھا تھا اور جس کا بس نہ چلتا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور سما جاؤں پھوپی کا سوال ختم ہو کر کچھ دیر سناٹا رہا اس کے بعد ماں بولی:-

" دیکھیے یہ کم بخت کیا ستم ڈھاتی ہے آج تک کسی بیوہ نے بھی پھول کو ہاتھ لگایا ہے سچ پوچھو تو ناک کٹ گئی تقدیر کی خوبی ہے جو نہ دیکھا تھا وہ دیکھ لیا "۔

قدیر۔ میں مغل ہوں اور اس باپ کا بیٹا جس کی صورت سے خون ٹپکتا تھا ذرا تھم میں اس مردار کا صفایا کئے دیتا ہوں "۔

قدیر کے منہ سے کف جاری تھے آنکھوں سے آگ برس رہی تھی فیروزہ کی کیفیت یہ تو نہ تھی لیکن غصہ میں تھر تھر کانپ رہی تھی وہ مصلحت کیا سمجھتی مگر وقت نے بتایا کہ ماں پھوپی کی لتاڑ اور خشمگیں دہاڑ نے باپ کا غصہ ٹھنڈا کیا اور نوراں کی آنکھ اِدھر اُدھر ہوئی تو وہ بچی اٹھ کمرہ میں چلی گئی "۔

اب پانی سر سے گزر گیا تھا اور حشمت اپنے مستقبل کے متعلق اس وقت نہایت سختی سے غور کر رہی تھی کہ نند کی ڈولی اتری اسکو دیکھ کر خیالات میں ایک قسم کی تبدیلی ہوئی فکر ایک لیے اضطراب سے بدلا جس میں خوشی کی جھلک موجود تھی نند بھاوجیں اُٹھ کر گلے ملیں اور پہلی بات جو نند کی زبان سے نکلی وہ یہ تھی: ایسی خاطر شکن کیوں بیٹھی ہو "۔

بھاوج۔ یوں ہی ۔

نند۔ یوں ہی کی کوئی وجہ بھی ۔

بھاوج۔ یوں ہی کی بھی کوئی وجہ ہوتی ہے ۔

نند۔ ہوتی کیوں نہیں ۔

بھاوج۔ قریب قریب ہر وقت خاموش ہی رہتی ہوں ۔

نند۔ مگر ایسا چُپ چُپ میں نے کبھی نہیں دیکھا دل بھرا ہوا تھا نند نے کچھ ہمدردی سے گفتگو کی کہ حشمت کی آنکھ میں آنسو آ گئے اس نے آنسو بھری آنکھوں سے نند کی طرف دیکھا آنسو آنکھ میں چھلکے اور نند نے آگے بڑھ کر بھاوج کو گلے لگایا اور کہا :-

خدا کا واسطہ اپنی حالت پر رحم کرو میں تو اسی واسطے فجر ہی فجر آ گئی کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھ کو قطعی جواب دو گی ۔

بھاوج۔ کیا خاک جواب دوں عقل کام نہیں کرتی وہ کیوں قربان ہوں تم ہی اپنے ہاتھ سے میرے پیٹ میں چاقو بھونکتی جاؤ نہ میں ہونگی نہ یہ مصیبت ہوگی رات کو اتنی غلطی ہوئی کہ دو پھول لوگوں میں بھر لئے تھے صبح سے وہ ٹوٹا ہے کہ خدا کی پناہ ۔

نند۔ میری رائے میں تو اب اس کا علاج یہی ہے کہ میں نے چھوٹے بھائی سے بھی صلاح لی تھی ان کا مشورہ بھی ہے کہ وہاں چل کر چپکے سے نکاح کر لو پھر جیسی ہوگی دیکھی جائے گی ۔

بھاوج۔ ہائے اتنی ہی ہمت تو نہیں ہے پھر ہیں تو ماں باپ میں انکی ناک کس دل سے کاٹ دوں تم مجھ کو وہ صلاح بتاتی ہو جو خود نہ کر سکیں آخر اتنے روز تک دنیا بھر کی مصیبتیں پیٹ لیں سہیں اور کچھ نہ کر سکیں ۔

نند: یہ تو درست ہے میری خوش قسمتی تھی کہ اللہ نے بھائی جان کو فرشتہ بنا کر بھیج دیا نہیں میری مٹی بھی ایسی ہی پلید تھی۔

بھاوج۔ میں تمہارے ہاں آج تو نہیں انشاءاللہ کل آؤں گی اور پھر صلاح کریں گے۔

نند۔ اس کل کل میں دیکھو اتنے دن تو گذر گئے اور اسی طرح چاہے برسوں گذار لو۔ جب تک دل کڑا نہ کرو گی کچھ نہ ہوگا۔

بھاوج۔ نہیں میرا دل بھی اب بھر گیا ہے۔

نند۔ کل پھر اور کسی دن پر ٹال دو گی۔

بھاوج۔ نہیں کل تصفیہ ہو جائے گا۔

نند۔ تو بھائی کو خوشخبری جا کر سنا دوں۔

بھاوج۔ یہ وعدہ تو میں نہیں کرتی مگر ہاں کل اس بات کو یکسو کر دیں گے۔

(۱۱)

جہاں آرا کی ہڈیاں گل کر خاک ہو چکیں مگر ممتا کی ماری ماں کے دائیں بائیں دو معصوم قبریں حیرت نسوانی کی عدیم النظیر مثال ہیں قبرستان میں گذر جانے والے بھولے بھٹکے انسان کی نظر جب ان تین قبروں پر پڑتی ہے تو ننھے ننھے مزاروں کی بے بسی اور بے کسی اس کا دل اپنی طرف کھینچ لیتی ہے یہاں گلاب کے پھول ہیں نہ سبزۂ خوابیدہ دریا کا کنارہ ہے نہ شہر کی چہل پہل ایک ہو کا میدان اور قیامت کا سناٹا ہے مگر وہ دل جو اولاد کے درد سے آشنا اور وہ آنکھیں جو بھولے بھولے چہروں کی عاشق ہیں کھٹک کر ٹھٹک جاتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ جس طرح پھولوں کی سیجوں یا کھری چارپائیوں پر ہر ایک ماں تھپک تھپک کر کلیجہ کے ٹکڑوں کو سلاتی ہے اسی طرح اس جنگل بیابان میں اس

عالم سنسان میں ادھر ادھر دونوں بچوں کو پہلو میں لیئے یہ ماں بیچ میں لیٹی اپنے پیاروں کو سلا رہی ہے ضرورت تھی کہ قدیر بہن کی حیا اور غیرت کا بے مثل جذبہ غارت نہ ہونے دیتا اور عالم نسواں کو دکھاتا کہ آن بان والی عورتیں غیرت کی وقعت کتنی کرتی ہیں اور زیادہ نہیں تو اتنا کر دیتا کہ ایک ستیلج اس کا کتبہ پڑھ کر اس واقعہ سے باخبر ہو جاتا اور سمجھ جاتا کہ شہید غیرت کس طرح بچوں کو لوری دے رہی ہے لیکن دنیا کا ہر مرد قدیر اور عورت فیروزہ نہ تھی بہت سے اللہ کے بندے نظر پڑتے ہی دل پکڑ لیتے اور بیٹھ جاتے اور کہتے کیا دل کہتا ہوگا اس ماں کا جس کے دو بچے اس طرح آنکھوں کے سامنے سے اٹھ گئے ہوں"۔

دنیا جہاں آرا کو بھول گئی قدیر اور فیروزہ کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ اس گھر میں اور ان کی بدولت تین ہستیوں پر کیا کچھ گذر گئی ہے بیٹا اور بہو زندگی کا سہارا تھے اور اماں باوا دیکھ کر باغ باغ ہوتے تھے جوان رانڈ بیٹی گھر میں موجود تھی مگر کیا مجال جو اسکی ضرورت یا آسائش تو درکنار کسی قسم کا بھی خیال آجاتا ہو۔ قدیر باپ تھا اس سے چنداں شکایت نہیں تعجب ہے فیروزہ پر سگی ماں یہ بھی نہیں کہ سوتیلی ہو مگر جب بیٹا بہو میاں تینوں کھا چکتے اس کے بعد حشمت کو کھانا دیتی کپڑے کا تو ذکر ہی فضول ہے خود بیوہ ہونے کے بعد حشمت پھوپی کو یاد کرتی ان کی موت پر روتی اور زبان سے نہیں دل ہی دل میں کہتی کہ کیسی بد نصیب کیسی کرموں جلی کس قدر نصیبوں پھوٹی عورت کہ دنیا کی کوئی بہار بھی دیکھنی نصیب نہ ہوئی اور اپنے ساتھ بچوں تک کو فنا کر دیا۔

جاڑوں کے موسم میں ایک روز دوپہر کے وقت قدیر کا لڑکا ظہیر گرم پانی

سے نہایا کپڑے بدلے کھانا کھایا چاول بھے تو میٹھے لیکن وقت کی بات تھی کہ
ادھر کھا کر اٹھا اُدھر سینہ میں کسک سی معلوم ہوئی غروب آفتاب تک تو وہ
درد کی یہ کیفیت کہ درد کے مارے مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔ قدیر اور فیروزہ بچہ
کی یہ تکلیف دیکھ کر بے اوسان تھے ڈاکٹر آتا تھا اور جاتا تھا حکیم بیٹھتا تھا اور اٹھتا
تھا رات بھر یہ تانتا لگا رہا دوائیوں پر دوائیاں اور تیل پر تیل پلائے
بھی اور لگائے بھی لیکن درد میں کمی نہ ہوئی صبح سے دوپہر ہوئی دوپہر سے شام ہو
چنیں ہیں اور ہر حالت میں کچھ نہ کچھ فرق آیا مگر ظہیر کے درد میں فرق نہ آسکا دوسرے
دن صبح کو حالت ایسی خراب ہوئی کہ لینے کے دینے پڑ گئے حکیم اور ڈاکٹر سب
خاموش ہوئے اور ان کے مایوس ہوتے ہی قدیر اور فیروزہ دیواروں سے
سر پھوڑنے لگے۔ حشمت بہن تھی دشمن نہ تھی وہ بھی ماں کے درد اور باپ کے
صدمہ میں بہت کچھ شریک تھی لیکن خدا معلوم دو نرم میاں بیویوں کے دل
میں کیا خیال سما گیا تھا کہ وہ حشمت کو قریب قریب بھائی کا دشمن سمجھ رہے تھے
اور یقین یہ تھا کہ بھائی کی موت سے اس کو خوشی ہوگی یہ ہی وجہ تھی کہ وہ
لوگ سر پھوڑ رہے تھے یہ جدا بیٹھی رو رہی تھی یہ دن بھی ختم ہوا مگر مریض کی
تکلیف ختم نہ ہوئی صحت ہوئی نہ موت آئی اب ظہیر بیہوش پڑا تھا آدھ
آدھ گھنٹہ بعد برائے نام آنکھ کھول دیتا ٹوٹی پھوٹی ایک آدھ بات وہ بھی
اس طرح کہ کچھ سمجھ میں نہیں آئی اور کچھ نہ آئی کر لیتا اور پھر غوطہ میں چلا جاتا کل
دن بھر اور رات بھر بخار ہلکا تھا لیکن آج دن کو تیز رہا اور شام سے تو یہ کیفیت ہو گئی
کہ بدن پر ہاتھ دھرنا مشکل تھا اس کے ساتھ درد کی اذیت الٰہی تیری پناہ
اس غضب کی تھی کہ جب آنکھ کھل جاتی تھی تو ایک ایک کی صورت دیکھتا
تھا اور آوازیں نہیں اشاروں سے بلاتا اور چلاتا تھا دونوں ماں باپ سامنے

بیٹھے یہ سب کیفیت اپنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے جان نکلی اور کلیجہ مسلا جا رہا تھا دنیا آنکھوں میں اندھیر تھی طور یہ وہ وقت تھا کہ قدیر اور فیروزہ دونو حالتِ یاس ونا امیدی میں ڈاکٹر اور حکیموں کا منہ اس طرح تک رہے تھے گویا موت اور زندگی ان ہی کے اختیار میں ہے ہم کہہ چکے ہیں کہ یوسف شاہیوں کا خاندان سوا ایک آن کے بڑو بال جان تھی پکا مسلمان تھا دونوں میاں بیوی دن رات نمازیں پڑھ رہے تھے بلبلا رہے تھے اور گڑگڑا رہے تھے بکروں پر بکرے اور خیراتوں پر خیراتیں ہو رہی تھیں مگر مرض کو افاقہ کسی طرح نہ ہوتا تھا اور اب نا امیدی اس حد کو پہنچ چکی تھی کہ فیروزہ جانماز سے اٹھ کر دیوانوں کی طرح آتی بچہ کا منہ دیکھتی دم کرتی ہٹ جاتی اور پھر آجاتی بیہوش ظہیر کے منہ پر منہ رکھتی چمٹتی کبھی اس کی منتیں کرتی اور کبھی خدا کے آگے بلبلاتی چوتھی رات کا بڑا حصہ اسی اضطراب میں گذرا دو بجے ہوں گے میاں بیوی خاموش اِدھر اُدھر بیٹھے تھے اور بچہ بیچ میں چپکا پڑا تھا کہ قدیر ہائے کہہ کر اٹھا اور بیوی سے کہا :۔

"ارے کیا ہو رہا ہے کیا کروں "

فیروزہ ۔ قربان ہو جاؤں اس صورت پر اے ظہیر ذرا آنکھ تو کھول "۔

قدیر ۔ میری زندگی اس زندگی سے میری خوشی اس صورت سے اگر میرے منہ میں خاک یہ نہ ہوا تو میں رو کر کیا کروں گا "۔

فیروزہ ۔ دنیا بھر کی کوششیں ہوئیں حکیم اور ڈاکٹر کوئی نہ چھوڑا بکرے بھی ہو چکے ختم بھی ہو گئے مگر حالت میں فرق نہیں ہوتا "۔

قدیر ۔ بخار کسی طرح کم نہیں ہوتا دیکھو تو سہی بدن تانبا ہو رہا ہے شام کو ذرا پسیج گیا تھا۔ جان میں جان آگئی تھی میں نے سمجھا خدا نے ہماری طرف دیکھ لیا اب پسینہ

آکر بخار اُتر جائے گا مگر دیکھو تو آپ غ ہو رہا ہے +

فیروزہ ۔ ہائے کیا کروں چنے بھُن رہے ہیں۔

اب کچھ دیر تک خاموشی تھی دونوں میاں بیوی بیٹھے خاموشی کے ساتھ اپنی مصیبت کا نالہ کر رہے تھے باہر سے گھنٹہ کے چار اس کے ساتھ گجر بجنے کی آواز کان میں آئی فیروزہ باہر نکلی تو آسمان تاروں کا تھال سر پر لئے کھڑا تھا اور یہ منظر بجائے خود ایک درس عبرت تھا اندر آئی لیکن کمر پڑ اور ہاتھ پاؤں شل ہو رہے تھے لیٹنے کی دیر تھی فوراً آنکھ لگ گئی یہاں ایک اور ہی سماں آنکھ کے سامنے تھا دماغ میں چونکہ ظہیر کی علالت کے سوا کچھ نہ تھا اس لئے اس کا پلنگ وہی مریض اور دونوں میاں بیوی خاموش دکھائی دیئے فرق صرف اتنا تھا کہ بیمار بجائے کمرہ کی چھت کے آسمان کی چھت کے نیچے تھا اور سر پر تارے اور چاند چمک اور دمک رہے تھے حالت ناامیدی میں فیروزہ آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی کہ اس نے اپنے گھر سے دھواں اُٹھتے دیکھا حیران ہوئی کہ رات کے وقت اس غضب کا دھواں کہیں گھر میں آگ تو نہیں لگ گئی دوڑی ہوئی باورچی خانہ کی طرف گئی تو کچھ نہ تھا اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا پتہ نہ چلا دھوئیں کی طرف چلی تو معلوم ہوا کہ جہاں آرا کے کمرہ سے دھواں نکل رہا ہے اب یہ کمرہ حشمت کا تھا اور گو فیروزہ جہاں آرا کا آخری منظر اس کمرہ میں قطعاً بھول چکی تھی مگر دیکھتی کیا ہے کہ وہ اپنے دونوں بچوں کو پہلو میں لئے مردہ پڑی ہے اور دھواں اس کے منہ سے نکل رہا ہے ڈر کر باہر آئی اوپر دیکھا تو ہوا دھوئیں کو اڑائے آسمان کی طرف لئے چلی جا رہی ہے دہشت کے مارے آواز نہ نکلتی تھی ارادہ ہر چند کرتی تھی کہ میاں کو جگائے یا ہلائے لیکن گھگی بندھ چکی تھی فیروزہ کی نگاہ آسمان پر تھی کہ ایک خوفناک بلا سی آسمان سے اترتی دکھائی دی دھواں بند ہو چکا تھا اور آسمان پر اور ہوا میں دھوئیں کی بجائے یہ بلا چھائی ہوئی فیروزہ

ڈر تو پہلے ہی رہی تھی بلا کی صورت دیکھتے لگی تھر تھر کانپنے بھاگنے کا راستہ نہیں چھپنے کا موقعہ نہیں جدھر جاتی ہے رستہ بند اور جدھر نظر ڈالتی ہے بلا موجود یہاں تک کہ وہ بلا اس کے گھر میں داخل ہوئی اور برابر میں سانس نے آ کر کہا:۔

اب اس ڈر کے کیا معنی۔ بدنصیب دکھا دیا تھا سمجھا دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ بھلا ماری آہ کلیجہ توڑ دے گی بھیا آج کے پیچھے آج ہی جلتے ہیں دنیا وہی ہے دن رات وہی تو وہی تیرا میاں رہی وہ تیرا فعل تھا کہ بدنصیب نند اور بیوہ بہن کو بھرے محلوں میں اتنا ذلیل السلاشر ہندہ اور اس قدر رسوا کیا کہ ذلت اس کی جان شرمندگی اس کے بچے اور رسوائی تینوں زندگیاں لیکر بھی ختم نہ ہوئی اس لیے ایک نہیں تین عمر بانیاں تیرے ظلم کی نذر کیں اور ہنستی کھیلتی دنیا سے اٹھ گئی اسکی آہ کچھ وقعت اور اس کا کلیجہ کچھ عزت رکھتا تھا تیری نگاہ میں نہیں اس نگاہ میں جسکے تو اور وہ حاکم اور محکوم ظالم اور مظلوم سب یکساں ہیں تیرا فعل ہو چکا تیری حکومت ختم ہو چکی لاریب تو گھر کی مالک تھی بلا شبہ اس کی رسوائی تیرے قبضہ میں اس کے بچے تیرے اختیار میں اور وہ خود تیرے بس میں تو اس سے طاقت اور اس سے افضل اس سے اعلیٰ سہاگن شوہر والی بچوں کی ماں لیکن کوئی تجھ سے بھی زیادہ طاقت ور تجھ سے بڑھ کر اختیار والا اور تجھ سے بہت زیادہ قدرت والا تھا یہ اس کا فعل ہے اور ضرورت ہے کہ اس بات سے جو حقیقت میں قہر خدا ہے جانور نہیں تیرے اعمال ہیں بہت بلند نہیں تیرے بچوں کے پھل ہیں تو خوف نہ کھا آگے بڑھ کر اس کا استقبال کر۔

بلا نے گھر میں داخل ہوتے ہی چاروں طرف نظر ڈالی اور ظہیر کے گھر میں داخل ہوئی، اس کی آنکھ سے شعلے نکل رہے تھے اس کی سانس سے آگ

برس رہی تھی اس کے اندر داخل ہوتے ہی فیروزہ اس کے پیچھے پیچھے اندر پہنچی کہ ظہیر کو چپلائے اور صرف اتنا کہہ سکی :-

"ارے میرا بیمار بچہ"

یہ آواز اس طرح نکلی کہ قدیر جو لڑکے پاس بیٹھا تسبیح پڑھ رہا تھا پاس آیا اور چلا کر کہا کیا ڈر رہی ہو۔

فیروزہ گھبرا کر اٹھی اور سیدھی بچہ کے پلنگ پر پہونچکر اسکو لپٹ گئی اور کہا:-

"بلا کدھر گئی"

قدیر :- کیسی بلا ؟ کیا کہہ رہی ہو ؟

فیروزہ نے اسوقت سارا خواب میاں کو آج کا بھی اور اس روز کا بھی سنایا اس وقت دونوں میاں بیوی کو یقین ہو گیا کہ جہاں آرا اور اسکے بچوں کا جنازہ گھر سے نکل کر اور دنیا سے اجڑ کر ہمارے واسطے کچھ چھوڑ گیا ہے دونو دیر تک گفتگو کرتے اور سوچتے رہے کہ تلافی کی کیا صورت ہو مگر ہو چکا جو ہونا تھا اور اب کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آتی تھی +

(۱۵)

ابھی ظہر کی اذان ہوئی نہ تھی کہ حشمت وعدہ سے پہلے سسرال پہنچ گئی اور نند کے کمرے میں جا کر خاموش بیٹھ گئی دونوں بہن بھائی اس کے منتظر تھے نند نے مہر سکوت کو توڑا اور کہا۔

خدا کا واسطہ بیوی اب تو معاملہ کو ختم کر دو دیکھو اسی چکر میں کتنے دن ختم ہو گئے سچ تو یہ ہے کہ ہو تو بڑی کٹر رحم پاس نہیں پھٹکا +

حشمت :- واہ کیا اچھی بات کہہ رہی ہو مجھ سے کہتی ہو اتنی ہمت ہے تو لو جاؤ میں یہاں بیٹھی ہوں تم جا کر اماجان سے مل کر لو مجھے کیا عذر +

نند۔ وہ تو ہرگز کبھی اجازت نہ دیں گی ✢

حشمت۔ پھر بتاؤ میں کیا کر سکتی ہوں ✢

نند۔ وہ اگر اجازت دیں تو سبحان اللہ نہ دیں تو اللہ کی مرضی کوئی گناہ تو نہیں کرتیں خدا اور رسول ہی کے حکم کی تو تعمیل کرتی ہو ✢

حشمت۔ تم نے نہ کر لی جو مجھ سے کہتی ہو ✢

ہارون خاموش بیٹھا دونوں کی باتیں سنتا تھا جب اسنے دیکھا کہ کسی طرح آج بھی کام بنتا نظر نہیں آتا تو اٹھا اپنی ٹوپی حشمت کے قدموں میں ڈال دی کہا یہ عزت تمہارے ہاتھ ہو ✢

حشمت نے ٹوپی اٹھالی اور کہا :-

دیکھو تو سہی میں کس مصیبت میں پھنس گئی کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا ✢

ہارون۔ یہ تو کوئی ایسا پیچیدہ معاملہ نہیں ہو جو سمجھ میں نہ آئے تم ماشاء اللہ اپنی بھلائی برائی خود سمجھ سکتی ہو اگر والدین غلطی پر مصر ہوں تو کیا ضرور ہو کہ اولاد ان کے ہاتھوں تباہ ہو جائے ✢

حشمت۔ مگر مجھے یقین کامل ہے کہ ابا جان مجھے اور تمہیں دونوں کو مار ڈالیں گے۔ اور معاملہ یہیں ختم نہ ہوگا خود بھی زہر کھائیں گے اور اماں جان کو بھی دیں گے ✢

ہارون۔ مار ڈالنے سے تم خاطر جمع رکھو ایسی جگہ پہونچیں گی جہاں پرندہ پر نہ مار سکے گا اور یہ بھی یقین کرلو کہ زہر کھانا آسان نہیں آخر کیا ایسا گناہ ہے کہ زہر کھائیں گے۔ اور بیوی کو بھی دیں گے اگر خدا ان کو عقل دیگا خوش ہوں گے کہ بیٹی نے شرع کے موافق کام کیا ان کی عزت برباد نہیں کی ✢

حشمت۔ میری رائے میں یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم وہاں جا کر اماں جان سے گفتگو کریں پیا یہ تو میں جانتی ہوں کہ آگ بگولا ہو جائیں گی اور جو جو منہ میں آئے گا

سنا ڈالیں گی لیکن یہ خاموش رہیں اور چپکی چلی آئیں ان کے کان بھنک تو پڑ جائیگی پھر اس کے بعد اگر میں یہ دیکھوں گی کہ کسی طرح راضی نہیں ہوتیں دیکھی جائے گی ٭

ہارون۔ مجھ کو اجازت دو کہ میں خود تمہارے والد ماجد سے اس معاملہ میں گفتگو کر لوں ٭

حشمت۔ نہیں ہرگز نہیں ٭

نند۔ ہاں مجھے عذر نہیں زبان سے کیا اگر وہ ہاتھ سے بھی ایک آدھ لکڑی ماریں گی تو اپنی غرض باؤلی نہ کروں گی لاؤ ابھی چلی جاؤں ٭

حشمت۔ نہیں ابھی نہیں میں پہلے چلی جاؤں صبح جب میں پہونچ جاؤں گی اس کے بعد چلی آنا بلکہ صبح کیوں میں تو ابھی جاؤنگی ظہیر بھائی کی طبیعت بہت خراب ہو لینے کے دینے پڑ رہے ہیں ٭

نند۔ کیا بیمار کیا ہیں ٭

حشمت۔ نمونیا ہے ٭

(١٦)

چاہے یہ سمجھو کہ غرض نے باؤلا کیا چاہے ناتجربہ کاری حشمت شام ہی کو گھر آئی اور دوسرے دن صبح کو نند۔ یہاں مریض کی حالت ساعت بہ ساعت اور لمحہ بہ ردی ہو رہی تھی ما باپ پاس بیٹھے ہی تھے آنکھیں ساون بھادوں کی جھڑیاں لگا رہی تھیں کہ بیٹی کی نند نے ادھر ادھر کا ذکر چھیڑ کر سمدھن سے کہا مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے اگر فرصت ہو تو ایک لمحہ کے واسطے ادھر آجاؤ فیروزہ کو بیٹے کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ کم بخت اس طرح علیحدہ بلا کر ایسی بات کہے گی کہ سر سے پاؤں تک آگ لگ جائے گی۔ وہ سمجھ رہی تھی شاید

ظہیر کی علالت کے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہے اور کوئی دوا ایسی بتائے گی کہ فوراً بخار اتر جائے گا جھٹ اُٹھ ساتھ ہو لی اور بتیاب ہو کر پوچھا ہاں بوا دیکھو۔

حشمت کی نند۔ کہوں کیا مجھے آپ سے کہتے ہوئے حجاب آتا ہے مگر بغیر کہے بھی گذارا نہیں جس طرح آپ نے میرے ایک بھائی کو غلامی میں لیا اب دوسرا بھی حاضر اسوقت کہ جوان شیر سامنے سے اٹھ رہا تھا فیروزہ کیا کوئی بھی ہوتا تو پاپوش کا منہ نوچ لیتا وہ اسکا جواب تو کیا دیتی لا حول پڑھ کر چنچتی اور یہ کہتی ہوئی اپنے کمرہ میں آئی +

غضب خدا کا ایسے آنکھوں پر پردے پڑے کہ مجھ پر یہ ستم ٹوٹ رہا ہو اور اندھے بے ایمانوں کو نکاح کی سوجھ رہی ہے +

قدیر۔ کیا ہوا +

فیروزہ۔ ہوا کیا یہ حشمت کی نند آنکھوں کی اندھی کر دیکھو دوسرے بھائی کا پیغام لے کر آئی ہیں +

قدیر۔ کس کا بھائی کیسا پیغام کس کے ساتھ +

فیروزہ۔ حشمت کے دیور کا +

قدیر۔ ہاں حشمت کے دیور کا پھر کس سے ؟

فیروزہ۔ حشمت سے !

اب تو قدیر کا چہرہ غصہ سے لال لال ہو گیا فوراً گھڑا ہو گیا اور کہنے لگا

"یہ وہی کم بخت عورت ہے جس نے اپنا نکاح اور کیا ہے"

فیروزہ۔ ہاں وہی بے غیرت +

قدیر۔ ایسی بے حیا عورت کو ہمارے گھر میں آنے کی اجازت کس نے دی نکالو مردار کو ابھی یہاں سے اور خبردار جو آج سے حشمت وہاں گئی اس مردار کو ابھی

ابھی باہر کرو اول تو ہمارے دلوں پر یہ قیامت ٹوٹ رہی اسپر اس نابکار عورت کو یہ سوجھی نکالو نکالو ابھی نکالو!

فیروزہ۔ نکلو بی نکلو اور دیکھو اگر شریف ہو شریف تو کیا شریف ہوتیں تو یہ کوتک ہی کیوں ہوتے بھلی مانس ہو تو اب اس گھر پر قدم نہ دھرنا یہ تمہاری صحبت کا اثر اور ملنے کا نتیجہ ہے کہ لڑکی وہ لڑکی ہی نہ رہی ؛۔

حشمت۔ انہوں نے بغیر موقعہ مصلحت دیکھے اور سمجھے بات کہدی لیکن ڈولی منگوا دیجئے اس طرح تو نہ نکالیئے آخر میری نند ہیں ؛۔

قدیر۔ یہ کون بک رہا ہے یہ چڑیل حشمت ہے ؛۔

فیروزہ۔ اور کون ہوگا ؛۔

حشمت۔ جی ہاں میں ہوں اور ابا جان یہ عرض کرتی ہوں کہ ابا جان گھر پر آئے دشمن کو بھی اس طرح دھکے نہیں دیتے انہوں نے غلطی ضرور کی اسکی انکو سزا مل گئی۔ اب آیندہ کے واسطے ان کو کان ہوگئے لیکن یہ بے عزتی کو گھر سے نکال رہے ہیں بغیر برقعہ اور ڈولی کے سڑک پر چلی جائیں درست نہیں ؛۔

فیروزہ۔ مردار اس قابل ہوگئی۔ کہ ہمارے سامنے آنکھ کرکے بات کرے یہ سب تیری ہی بھگت ہے کم بخت تا جو بہن نکاح کا موقع یہ ہی تھا کیا بھائی کی موت کی منت مانی تھی ؛۔

قدیر۔ ٹھیرو اس کم بخت کا تو میں علاج کروں گا۔ اس کو ابھی جان سے مار ڈالتا ہوں ؛۔

فیروزہ۔ کم بخت کو کھٹے پر جا کر بیٹھ جا اسی دن کو زندہ رہی تھی ناشدنی پیدا ہوتے ہی موت نہ آگئی ؛۔

ظہیر کی حالت اسوقت بالکل روی تھی مگر دو تو باپ جو جو کچھ منہ میں آرہا تھا

حشمت کو بنانے اور ستانے میں کسر نہ چھوڑ رہے تھے حشمت خاموش تھی مگر آنکھ سے زار و قطار آنسو بہ رہے تھے وہ سنتے سنتے تھک گئی تو سیدھی اپنے کمرہ میں چلی آئی اور کہنے لگی :-

"موت سے ڈر کا ہے کا اس زندگی سے موت بہتر ہے۔ آئیں شوق سے مار ڈالیں" ۔

(۱۷)

پانچویں رات کے شروع ہوتے ہی ظہیر پر حالت سکرات طاری ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ماباپ کھڑے اور پڑے پیٹنے لگے ظہیر سامنے لیٹا دم توڑ رہا تھا اور قدیر الگ کھڑا سر پھوڑ رہا تھا کبھی اندر جاتا اور کبھی آتا آدھی رات کے وقت اپنے کمرہ میں خاموش بیٹھ گیا آنکھیں کچھ بند تھیں کچھ کھلی خدا معلوم عالم خواب تھا یا بیداری اور واقعہ تھا یا تخیل ایسا معلوم ہوا۔

جہاں آرا اپنے دونوں معصوم بچوں کے ساتھ ہے ان کی انگلیاں پکڑے سامنے کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے۔

قدیر رحم کر ایسی آنکھوں پر ٹھیکری نہ رکھ یہ رسوائی مجھے دنیا بھر میں بدنام کردے گی یہ خبر دور دور پہونچے گی میں بیوہ ضرور ہوں مگر اے قدیر مجھے دنیا میں رہنا ہے دونوں بچے بچے ہیں ان کی دلھنیں لانی ہیں۔ اسوقت کے بعد مجھ کو بیٹی کون دے گا خدارا ایسا پتھر نہ بن مجھ پر نہیں ان معصوموں پر رحم کر زبان روک ابھی چلی جاتی ہوں میں محبت کی ماری یہاں چلی آئی تھی اور یہ نہ سمجھی تھی کہ میرا کھڑا ہونا یہ غضب ڈھائے گا قسم کھاتی ہوں ایمان سے کہتی ہوں ان بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر خدا کو گواہ کر کے کہ میں نے حشمت کے جوڑے کو اس کے پہلوں کو ہاتھ نہیں لگایا قدیر الگ کھڑی ہوں میری آبرو نہ بیٹی میری زندگی اور میری دنیا

سب برباد کردے گی۔ بلند قدیر اپنی زبان روک ذرا صبر کر جاتی ہوں +

جہاں آرا نے بلک بلک کر اور ہلک کر بھائی سے کہا مگر قدیر کے کان پر جوں چلی اس کے دل پر چوٹ نہ لگی۔ اُٹھا اور سختی سے کھڑا ہوا اور بے دردی سے بڑھا اور حقارت سے پاس آیا اور ذلت سے بہن کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر سے نکال دیا +

جہاں آرا چلی اور چلتے چلتے اتنا کہہ گئی۔

بھیا کوئی گھر ہمیشہ شادی کا نہیں رہتا جہاں آج شادی کے جلسے ہیں وہاں کل موت کا بین ہے جہاں ابھی خوشی کے نقارے ہیں وہاں تھوڑی دیر بعد ماتم کے تاشے جس دالان میں سمدھنیں اور براتی ہیں اس میں تعزیت اور عیادت والے بھی شریک ہونے والے ہیں۔ بیرن یہ گھر حشمت کی شادی سے بھرا پرا نہ رہیگا یہاں ظہیر کا ماتم بھی ہوگا +

آج میری اور میرے بچوں کی موت تیری تیوری پر بل نہ آئے اور تینوں موتیں تو ہنسکر ٹالدے مگر اس دروازے سے ان تین کے بعد ایک ایسی لاش نکلیگی جو تیرے ہوش باختہ کردے گی +

قدیر یہ دیکھتے ہی گھبرا کر اٹھا روشنی زور شور سے ہو رہی تھی مگر جہاں آرا بھی نہ اس کے نیچے۔ ڈرا ہوا سہما ہوا گھبرایا ہوا بھاگا ادھر آیا تو ظہیر کا خراٹا اور زور کا ہو گیا تھا۔ بیوی سے سارا حال کہا اور اسوقت دونوں میاں بیوی کو یقین کامل ہو گیا کہ جہاں آرا کا نکالنا کچھ نتیجہ رکھتا تھا اور یہ اس نتیجہ کا ظہور ہے +

اَب بچہ کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ ماباپ کی آواز سمجھ سکے یا جواب دیسکے دونوں اس کے قدموں میں آنکھیں ملتے تھے اس کے ہاتھ آنکھوں پر رکھتے تھے مگر بے سود تھا اس وقت فیروزہ نے دیکھا کہ ظہیر نے آنکھ کھولی اور آنکھ کے ساتھ ہی منہ بھی کھلا ماں تا کی ماری ما بیتاب ہو کر دوڑی اور شہد کا چمچہ لا کر حلق میں

ڈالا مشکل سے ایک بوند حلق سے اُتری ہوگی کہ ظہیر کو اچھو آیا اور اس غضب کا کہ جان کندنی میں تمام بدن نیلا پڑ گیا اُس وقت ما کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اسوقت بھی مجھ بدنصیب کے ہاتھوں مرتے مرتے یہ اذیت اس پیارے کو پہونچی تڑپتی ہی ٹکریں مارتی تھی مگر ہوتا کیا تھا ۔

نماز فجر کی اذان مؤذن نے دی اور گو الفاظ یہ نہ ہوں مگر ہوا نے قدیر اور فیروزہ دونوں کو یہ پیغام سُنایا کہ

"بڑی قدرت والی ہے "

وہ طاقت وہ قوت وہ حکومت جو چشم زدن میں عشرت کو مصیبت اور راحت کو آفت سے بدلدے ۔

نماز کے واسطے دونوں میاں بیوی نے وضو کیا۔ ابھی وضو ختم نہ ہوا تھا کہ فقیر کی یہ آواز گلی میں گونجی :-

" کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے "

قدیر وضو کرکے پھر بچہ کے پاس آیا کچھ دیکھ رہا تھا کہ فیروزہ قریب پہونچی بچہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا ظہیر میاں ما سے خوش رہنا ۔

یہ فقرہ ختم ہوا اور اس کے ساتھ ہی ظہیر ایک ہچکی لے کر ما اور باپ دونوں کی آنکھ کے سامنے رخصت ہوا ۔

(۱۸)

کیسی سخت مصیبت ہے کہ دونوں کے دونو یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں بھائی کی موت سے خوش ہوں مجھ کو ظہیر کی موت کا جس قدر صدمہ ہے وہ میں ہی جانتی ہوں مگر کیا خدا کی شان ہے کہ خواہ مخواہ کا الزام بلا وجہ کا بہتان خیر سمجھتے ہیں تو سمجھیں چاہیے خوش ہوں یا رنجیدہ خدا دیکھتا ہے مگر کیسی بلا پیچھے پڑی وہاں کا جانا کیسا موقوف

ہوا میرا خود جانے کو جی چاہتا ہے۔ اگر نہیں جانے دیتے تو نتیجہ کیا ہوگا یہ ہوگا کہ بلا اجازت بغیر رضامندی بے پوچھے جاؤں گی ضرور جاؤں گی اور کچھ نہ سہی میری سسرال ہی ہے۔

دل ہی میں یہ باتیں کرنے کے بعد حشمت اُٹھی صندوقچہ کھولا اور ایک پرچہ نکالا تو یہ لکھا تھا۔

نکاح یا انکار زندگی یا موت کامیابی یا ناکامی دو حالتیں دو صورتیں دو کیفیتیں ہونی چاہئیں مگر یہ تیسری حالت کیسی کیوں اور کس لیئے اگر امید ختم اور توقع جاتی رہی تو یہ آخری پرچہ ہے اس کے بعد جلد سن لینا کہ کیا ہوا تم نہ ہوگی۔ تمہاری یاد تم نہ ہوگی تمہارا خیال گھر نہ ہوگا جنگل آبادی نہ ہوگی ویرانہ اور تم نہ ہوگی تو۔

اس پرچہ کو مکرر سہ کرر پڑھنے کے بعد حشمت نے پھر دل ہی دل میں کچھ سوچا اور کہا۔

"ان حالات میں اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ میں ایک دفعہ اور اماں جان سے ایسے موقع پر کہ ابا جان نہ ہوں کچھ باتیں کروں اور اس کے بعد تصفیہ کہ کیا کروں یہ فیصلہ کرنے کے بعد وہ باہر آئی باپ موجود نہ تھا ماں کے قریب بیٹھی اور کہا کل آپ کی طبیعت ناساز تھی نزلہ کی شکایت تھی اب کیسا مزاج ہے"۔

فیروزہ۔ جس پر یہ کچھ مصیبت گذر گئی جس کی ہری کونپل پھوٹنے سے پہلے ٹوٹ گئی جس کا جوان شیر آنکھوں کے سامنے اُٹھ گیا جس کا چمکتا لال ہمیشہ کی نیند سو گیا اس کا زکام کیسا اور بیماری کیسی جب ظہیر جیسا چاند گھری گور میں جا سویا تو اب میں تندرست اور زندہ رہ کر کیا کروں گی بے غیرت ہوں کہ جیتی ہوں دعا ہے کہ آئے اور ناشاد کو بچھڑے ہوئے لال سے ملا دے۔

حشمت۔ آپ کا ارشاد درست اور فرمانا صحیح مگر اماں جان معاف فرمائیے اگر میں عرض کروں

بھائی کی موت کی وجہ آپ اور سبب ابا جان خفا نہ ہوجئے آپ نے جان کر اور انہوں نے یقیناً کلیجہ کا ٹکڑا پھولوں کی سیجوں سے اٹھا کر قبرستان پہونچایا آپ کو کیا معلوم نہیں کہ انسانی طاقت سے بالاتر اور قدرت بھی کام کرتی ہے اور وہ خدائے برتر کی طاقت اور قدرت ہے آج ایک طاقتور انسان کمزور مخلوق کو دل کھول کر اور پیٹ بھر کر ستالے اور جلالے یہ ظاہر ہے کہ کمزور بدنصیب بدلا لینے اور جواب دینے کے قابل نہیں لیکن اماں جان اس کمزور کی کمزوری میں ایک طاقت موجود ہے کیسا ہی بے بس کتنا ہی بیکس کیوں نہ ہو مگر اس کے ساتھ اس لیے کہ وہ مخلوق ہے خالق ضرور ہے ہم ایک جانور پالتے ہیں اس کی محبت ہوتی ہے ایک مکان بناتے ہیں اس کی وقعت کرتے ہیں کمہار ایک مٹی کا کھلونا بنا کر بازار میں لاتا ہے بیچتا ہے فروخت کرتا ہے دیدیتا ہے اس کے ٹوٹنے کا بھی اسکو افسوس ہوتا ہے بھلا اماں جان جب خالق نے ایک مٹی کے پتلے کو جان دیکر انسان بنایا جب وہ انسان کسی مصیبت میں پھنسے اور آفت میں گرفتار ہو کر آواز دے کہ میری مدد کو پہنچ تو خالق اس کی مدد نہ کرے گا آپ فرما سکتی ہیں کہ جب مظلوم ہی نہ رہا اور اس نے اپنی آنکھ سے ظالم کو سزا پاتے نہ دیکھا تو سزا کس کام کی لیکن میں عرض کروں گی کہ سزا فقط مظلوم ہی کا کلیجہ ٹھنڈا کرنے کو نہیں ہوتی بلکہ اس لیئے بھی کہ دوسرے عبرت پکڑیں آپ نے دنیا میں دیکھا تو نہیں مگر سنا ضرور ہوگا کہ ایک شخص نے بے رحمی سے ایک آدمی کو قتل کر دیا مگر قتل کے بعد اسکو پھانسی ہوئی یہ تو ظاہر ہے کہ مقتول نہیں دیکھ سکا مگر یہ پھانسی صرف اس لیئے ہے کہ دوسرے دیکھیں اور سمجھیں کہ قتل کا نتیجہ کیا ہوتا ہے ۔

اماں جان کیا آپ اسوقت کو بھولتی ہیں جب آپنے ایک بیوہ عورت کو جو حقیقی نند اور دو بچوں کی ماں کو بے گناہ بے قصور اس قدر ذلیل کیا کہ خود بھی

نہ رہیں اور اپنے دونوں بچوں کو اس دنیا میں اور اس گھر میں نہ رہنے دیا۔ مجھے اقرار ہے کہ وہ بے بس اور لاچار تھیں ان میں آپ کے اور ابا جان کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اتنی ہمت نہ ہو سکتی تھی کہ وہ آپ کے ارشاد اور ان کے حکم کے آگے ذرہ بھر بھی عذر کر سکتیں لیکن خالق کی مخلوق تھیں خدا کی بندی تھیں اور جان رکھتی تھیں انکا وہ وقت اگر آپ غور کرتیں ان کی وہ حالت اگر ابا جان سمجھتے کچھ کہہ رہی تھی ؛

انھوں نے ماہر کر اپنی ماہتا چولھے میں رکھی اور آپ کی دہلیز پر اپنے دو لال قربان کئے کیا ان بچوں کی جان اس ماکی زندگی اتنی قیمت بھی نہ رکھتی تھی کہ خدا کا غضب آپ کے ایک بچہ کو آپ سے بچھڑوا دیتا ؛

یہ جو کچھ ہوا پھوپی جان کی آہ اور معصوم بچوں کا صبر ہے مگر ایک بات اور ہے اور وہ بھی سن لیجئے یہ تو اما جان دنیا کی سزا تھی ابھی آخرت کی سزا باقی ہے اور خدا ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے ؛

اتنا کہہ کر حشمت نے اپنی گفتگو اس فقرے پر ختم کی اب بھی جو ہو گیا سو ہو گیا آئندہ کے واسطے توبہ کیجئے! تو فیروزہ ضبط نہ کر سکی اور یہ کہہ کر بیٹی کی کمر میں ایک دو ہتڑ اس زور سے رسید کیا کہ اسے بھی مزہ آ گیا ؛۔

"تو اب تیرا انکلاح کردوں"

اس کے جواب میں حشمت خاموش رہی مگر دو ہتڑ اس زور کا پڑا تھا کہ بلبلا گئی اٹھی اور اتنا کہا کہ اگر کیجئے تو کیا بیجا ہے خدا کا حکم رسول کی خوشی ؛

اب تو فیروزہ آپے سے باہر تھی جس طرح ایک دیوانہ چاروں طرف چیختا چلاتا پھرتا ہے انگنائی بھر میں بیتابانہ ٹہلتی اور چلاتی تھی خدا نے بڑا فضل کیا کہ آج قدیر صبح کا گیا گیا کچہری کے ایسے مقدمہ میں پھنسا کہ شام تک فرصت نہ ہوئی ورنہ اگر وہ کہیں بیوی کا یہ رنگ دیکھ لیتا تو نہ معلوم حشمت کے ساتھ کیا سلوک کرتا ؛

ادھر تو یہ گذر رہی تھی اور ادھر کچہری میں قدیر نہ معلوم کس تلاش میں ادھر ادھر ٹہلتا پھر رہا تھا کہ ایک شخص نے جو اس کا پرانا دوست اور سید تھا سلام علیک کرکے کہا جناب میں تو آپ سے ملنے والا تھا۔

قدیر۔ فرمایئے۔

سید۔ فرماؤں کیا سنو تو کہوں بھی نہیں تو کیا فائدہ۔

قدیر۔ سننے میں کیا اب سُن نہیں رہا تو کیا کر رہا ہوں۔

سید۔ خالی سننے سے کیا ہوتا ہے وعدہ کرو کہ عمل کروں گا۔

قدیر۔ یار کہو تو سہی۔

سید۔ بات یہ ہے کہ تمہارے لڑکے کے صدمہ سے تو دوست دشمن کون ایسا ہوگا جس کا دل نہ کڑھا ہوگا۔ مگر بھائی بات یہ ہے کہ یہ تم نے بیوہ کے نکاح کی ایسی قسم کھائی ہے کہ دنیا تم پر ہنس رہی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ ضرور بہن اور بیٹی کا صبر پڑا۔

قدیر۔ دنیا کا کیا ہے جو جس کے جی میں آئے کہے مگر تم کو ایسی بات زیبا نہ تھی۔

سید۔ میں نے کیا غلط کہا جو آپ سے باہر ہو گئے۔

قدیر۔ اور اس سے زیادہ کیا کہو گے۔

سید۔ بھائی نہ کرو ہمارا کیا ہے۔

قدیر۔ اس سے تو اگر تم مجھے دو گالیاں دے لیتے تو اچھا تھا خدا کی قسم سید اگر اس کچہری میں سب کے سامنے دو جوتے مار لیتے تو اتنا صدمہ نہ ہوتا جتنا اس فقرہ کا ہوا۔

کچہری کے کام سے فارغ ہو کر قدیر گھر آیا تو پھر اسی فکر میں مستغرق تھا کہ اب تک کسی نے ایسی بات نہ کہی تھی اس سید کم بخت کو دیکھو تو کیا بات کہی ہے گھر پہونچا تو بیوی نے رو رو کر آنکھیں سجا رکھی تھیں۔

قدیر۔ اب رونے دھونے سے کیا ہوتا ہے جو ہونا تھا وہ ہو گیا صبر کرو۔

فیروزہ۔ کیسا صبر مجھ پر تو نئی آپڑی پڑتی پر پڑ رہی ہے ؛

قدیر۔ اور کیا ہوا ؛

فیروزہ۔ ہوتا کیا اسی مردار نے آگ لگا رکھی ہے ؛

میری رائے میں تو اب یہی بہتر ہے کہ اس ناشاد کا خاتمہ کردوں بلا سے پھانسی ہوگی ہونے دو آخر تم نے دیکھ لیا جہاں آرا اس طرح جان پر کھیل گئی اور بچوں کو ذبح کردیا صرف عزت کے واسطے آبرو کے آگے جان کیا حقیقت رکھتی ہے ؛

فیروزہ۔ نہیں یہ تو ٹھیک نہیں ہو یہاں کا بھی عذاب اور وہاں کا بھی ؛

قدیر۔ تو کوئی اور ترکیب تم بتاؤ ؛

فیروزہ۔ میں کیا خاک ترکیب بتاؤں میری رائے تو یہی ہے کہ اس چڑیل کو ایسا قید کرو کہ اُکس نہ سکے ؛

قدیر۔ مگر خلق کا حلق کیونکر بند کروں ؛

فیروزہ۔ بکنے دو۔ دنیا کو ؛

قدیر۔ کیا کروں ؛

(۱۹)

مغرب کی نماز کے بعد حشمت سجدہ میں اسطرح گڑگڑا رہی ہے ایک شریف لڑکی کا ماں باپ کی بلا اجازت نکاح کرنا ایک بدنصیب عورت کا والدین کے گھر سے فرار ہونا ان کی آنکھ سے روپوش ہو جانا دنیا میں شاید پہلی مثال ہوگی۔ دنیا میں نہیں تو یوسف شاہیوں میں یقیناً۔

اے پاک تبےنیاز میں گنہگار نہیں ہوں کام لیتی ہوں ان اختیارات سے جو تونے ہر عورت اور ہر مسلمان کو دیئے اور کام کرتی ہوں وہ جس کی اجازت تونے دی تیرے رسول ؐ نے دی ؛

نکاح ثانی گناہ نہیں تیرا حکم تیرے رسول کی اجازت مگر یوسف شاہی اسکو روا نہیں رکھتے۔ بیوہ کی جو مٹی ان کے ہاں پلید ہوئی۔ پھوپی جان کا جو حشر ان کے ہاتھوں ہوا۔ تجھسے پوشیدہ نہیں۔ میں جانتی ہوں دنیا مجھ کو نکو بنائے گی عزیز لعنت بھیجیں گے اور والدین کو میرے نام سے بٹہ لگے گا احکم الحاکمین کرتی ہوں وہ جو ہونا چاہیئے اور کروں گی وہ ہونا چاہیئے تھا۔

اتنا کہہ کر حشمت سجدے سے اٹھی اس نے قلم دوات لی اور ایک پرچہ پر یہ چند سطریں لکھیں۔

ابا جان زندگی کی پہلی وداع وہ تھی جو آپ نے خود کی اور ہنسی خوشی ایک غیر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے گھر سے رخصت کر دیا اور دوسری وداع یہ ہے جب میں خود شرع اسلام کے موافق عزیزوں کے تنگ خیال اور دنیا کی جھوٹی عزت پر لعنت بھیجکر اپنا نکاح خود کرتی ہوں یوں تو دنیا میں ہر بدتر سے بدتر مخلوق کتا اور گیدڑ بھی زندہ ہے اور اپنی دانست میں زندہ رہنے کا حق رکھتا ہے لیکن انسان جو اشرف المخلوقات ہے اپنی زندگی کی تہ میں ایک چیز پوشیدہ رکھتا ہے جس کا نام عزت ہی اور میرا خیال غلط نہ ہو اور یقیناً غلط نہیں تو عزت کے بعد انسان کا زندہ رہنا کھلی ہوئی غلطی اور علانیہ بے وقوفی ہے انسان اور انسان میں بھی عورت وہ شے ہے جس کی ہستی صرف عزت سے وابستہ ہے اور جس کے بغیر عورت نہیں جانور اور جانور سے بھی بدترین مخلوق ہے یہ ہی تھا وہ جذبہ جس پر پھوپی جان اپنے دونوں بچوں سمیت قربان ہو گئیں لیکن یہ موت اگر آئندہ کے واسطے یوسف شاہیوں کو سبق دیتی اور وہ اپنی غلطی پر نادم اور ظلم پر شرمسار ہوتے تو بہت اچھی تھی ایک یا تین نے مر کر آئندہ نسلوں کو موت کے منہ سے چھٹکارا دلوایا لیکن آنکھیں یہ دیکھتی ہیں اور دیکھ چکیں کہ ایک نہیں

گھٹی ہیں موتوں نے بھی آپ کے دل پر مطلق اثر نہ کیا اور وہ جاہلانہ آن آج تک بدستور قائم ہے گویا پھوپی جان اس سزا کی مستوجب تھیں ہیں خود اپنی جان نہایت خوشی سے اپنے باپ پر قربان کرتی اگر یقین ہوتا کہ میری قربانی میری دوسری بہنوں کے واسطے مفید ہوگی مگر واقعات یاد دلا رہے ہیں کہ آپ کی رانے ہیں جس گھٹنے نے پھوپی جان اور ان کے معصوموں کو جذب کر لیا اسی میں ایک بھی جا پڑونگی لیکن ضرورت یہ ہے کہ آپ کی آن کو جو شرع و اسلام کے خلاف ہے دھچکا لگے آپ اپنی ندامت اور میں ارشاد باری کی حمایت اور رسول اکرم کی سنت اپنی آنکھ سے دیکھوں۔

میں جانتی ہوں کہ آپ اور آپکے ہم خیال مجھ پر لعن طعن کرینگے لیکن جنکو تھوڑی سی بھی عقل ہوگی اور اس سے کام لیں گے ضرور بالضرور میرے [illegible] کو سراہیں گے اور تعریف کریں گے۔

میرا نکاح معمولی نکاح نہیں یوسف شاہی ہوں میں نکاح ثانی کی بنیاد رکھتا ہے اور میں یہ تمام بدنامی صرف اسلیئے گوارا کرتی ہوں کہ یوسف شاہی لڑکیاں اس گی کی قید سے آزاد ہوں اور ماں باپ دیکھ لیں کہ جس طرح چیونٹی دب کر کاٹنے پر تیار ہو جاتی ہے اسی طرح بیوہ لڑکیاں اپنے باپ بھائی سے ناامید ہو کر اپنا نکاح خود بھی کر سکتی ہیں۔

حشمت نے یہ پرچہ لکھ کر اپنے پلنگ پر ڈال دیا اور مختصر سا اسباب جس میں پہننے کے کپڑوں کے سوا کچھ نہ تھا ساتھ لیا۔

رات کے بارہ بجے لمدن ہدرہن کی بہن یعنی حشمت کی نند عزیز النساء کے مکان کے آگے کھڑے دروازہ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

نند آج ڈولی میں نہیں صرف برقعہ اوڑھے ہے کہنے کو یہ دو آدمی ہیں مگر اس قدر خاموش ہیں کہ گلی میں بات تو درکنار سانس کی بھی آواز نہیں سنائی دیتی دفعتہً مکان کا دروازہ آہستہ سے کھلا اور حشمت برقعہ اوڑھے باہر نکلی تو ہارون نے آگے بڑھ کر اسکی گٹھڑی بغل میں لی اور تینوں خموشی کے ساتھ آگے بڑھے اپنے محلہ میں پہونچکر جب ان کو اطمینان ہو گیا تو ہارون بولا :-

خدا کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ ہم بغیر کسی جھگڑے ٹنٹے کے کامیاب ہوئے

بھن - ابھی کیا ہے +

بھائی - خدشہ کا وقت تو یہی تھا +

بہن - ہاں - مگر ابھی اطمینان نہیں ہوا +

بھائی - اب وہ کچھ نہیں کر سکتے +

بہن - یوسف شاہی وہ غضب کے لوگ ہیں کہ افعی بھی ان سے پناہ مانگتا ہے مرزا صاحب کی عمر کچہریوں میں گذری دیکھئے کیا مقدمہ کھڑا کرتے ہیں +

بھائی - میں بھی تو قند نہیں ہوں کہ گھول کر پی جائیں گے تم نے اپنے میاں سے ساری کیفیت بیان کر دی ہے +

بہن - ہاں ان کو رتی رتی معلوم ہے بلکہ بھائی جان نے تو خود مجھ سے آج شام کو کہا تھا کہ مسلمانوں نے جس قدر ظلم بیوہ عورتوں پر کیا ہے اس کے خیال سے تکلیف ہوتی ہے تم ضرور یہ کام کرو اور اس غریب کو ظلم سے بچاؤ خاطر جمع رکھو میں تمہارے ساتھ ہوں

بھائی - بس تو جب کوتوال[1] شہر نے یہ کہا تو پھر ڈر کس کا +

بہن - میں تو ان لوگوں کی فتنہ پردازی سے ڈرتی ہوں +

بھائی - تم تو بعض دفعہ بچوں کی سی باتیں کرتی ہو بالکل خوف نہ کرو +

---

[1] کوتوال شہر -

رات کا بقیہ حصہ اسی قسم کی باتوں میں گزرا کبھی کوئی بات اطمینان کی سامنے آجاتی تھی اور کبھی ایسی جس سے تینوں کو تشویش سی پیدا ہو جاتی ٭

نماز صبح کے بعد محلہ کے چند آدمی جمع ہوئے اور قاضی صاحب نے آکر حشمت کا نکاح پڑھا دیا ٭

(۲۰)

صبح کی نماز سے فراغت پانے کے بعد جب فیروزہ بیٹھی پان کھا رہی تھی اس کی نظر حشمت کے کمرہ پر پڑی تو پلنگ خالی نظر آیا سمجھی کہ کسی ضرورت سے باہر نکل آئی ہو گی۔ بھول بسر گئی گھڑی دو گھڑی گھنٹہ دو گھنٹہ غرض دن کے نو بج گئے تو کمرہ میں پہونچی۔ وہاں کیا رکھا تھا۔ باہر آئی ادھر دیکھا اُدھر دیکھا یہاں آواز دی وہاں آواز دی مگر کوئی ہوتا تو بولتا اب تو بی فیروزہ کو بھی تارے دکھائی دینے لگے میاں کے کمرہ میں پہونچی اور خاموش کھڑی ہو گئی ٭

قدیر۔ خیر و عافیت ٭

فیروزہ۔ کیا خیر و عافیت اور کیا گل کھلا ٭

قدیر۔ تم پہیلیاں نہ بجھوایا کرو صاف کہو ٭

فیروزہ۔ صاحبزادی چلدیں ٭

قدیر۔ کیا کہہ رہی ہو ٭

فیروزہ۔ ہاں سچ کہہ رہی ہوں ایسا منحوس سال بھی عمر بھر نہیں آیا ظہیر یوں گیا یہ یوں گئیں

قدیر۔ اِدھر اُدھر ہو گئی ہو گی تم خواہ مخواہ خود بھی پریشان ہوتی ہو اور دوسرے کے ہاتھ پاؤں پھلوا دیتی ہو ٭

فیروزہ۔ یہ تمہارے ہر وقت کے کچے لو بھی ستم ڈھاتے ہیں آخر میں اندھی ہوں جو دیکھ نہ سکی وہ سوئی نہیں کہ چھپ جائے تم آکر دیکھ لو ٭

قدیر۔ مگر کمال ہوگیا۔

فیروزہ۔ میری ہی آنکھوں پر رات کو پردے پڑگئے کوئی ایک بجا ہوگا میں نے اسکا انگنائی میں دیکھا تو پھر رہی تھی مجھے کیا خبر کہ یہ غضب ٹوٹنے والا ہے پڑ رہ سو گئی وہ چلتی ہوئیں ٭

قدیر۔ ہائے ظالم باپ دادا کی سارے خاندان کی ناک کٹوادی اب یوسف شاہی منہ دکھلانے کے قابل نہ رہے خدا کی قسم گلا گھونٹ دیتا زہر دیدیتا مگر یہ وقت نہ دیکھتا ہائے ہائے ظالم بے حیا بے غیرت یہ ستم یہ غضب کنبہ تو کیا محلہ بھر میں ایسی مصیبت کہیں نہیں آئی اب میں کیا منہ لے کر کسی سے بات کروں گا اور کیا میں اب اس لائق رہ گیا کہ کسی سے بات کرسکوں ٭

فیروزہ۔ کان میں تو بھنک اتنے دنوں سے پڑرہی تھی یہ سارا فساد اسی مردار کا ہے جسکو اس روز گھر سے نکلا ٭

قدیر۔ اس کا تو دوسرا نکاح ہوگیا ٭

فیروزہ۔ ہاں یہ ہی پٹی اس نے اسکو دی ٭

قدیر سینہ پر ہاتھ مار کر برا بھلا کہتا اٹھا گھر کا کونہ کونہ دیکھا بھالا چارہ ہار آسکے کمرہ میں گھسا تو پلنگ پر پرچہ ملا اٹھایا پڑھا اور بیوی سے کہا :۔

"لو سنو تمام عقدہ حل ہوگیا اب کیا کسر رہ گئی۔ یہ کہہ کر قدیر نے حشمت کا پرچہ از ابتدا تا انتہا فیروزہ کو سنایا ٭

اب دونوں میاں بیوی کی طیش میں یہ حالت تھی کہ اگر حشمت سامنے ہوتی تو نہ معلوم کچا کھا جاتے چیلوں کو بوٹیاں دیتے لیکن اب اس کے سوا کہہ ہی کیا سکتے تھے کہ جو جو کچھ منہ میں آیا کہتے سنتے لڑے آخر نوبت یہاں تک پہونچی کہ بیوی نے میاں اور میاں نے بیوی کو قصوروار ٹھہرا دیا ٭

فیروزہ نے باوجود اس کے کہ وہ یوسف شاہی خاندان سے نہ تھی میاں کی بات اور سسرال کی آن قائم رکھنے میں جو جدوجہد کی یقیناً قابل داد ہے لیکن اس کا نتیجہ قدیر نے جب یہ دیا کہ اس کے بھاگنے کی ذمہ دار تم ہو اور تم کو علم تھا مگر تم نے مجھے خبر نہ کی تو فیروزہ غصہ میں کانپنے لگی اور تمام بدن میں آگ لگ گئی وہ پہلے تو میاں کا منہ دیکھ کر خاموش ہو گئی اور اس کے بعد کہا:۔

اور اگر یوں ہے تو یوں ہی سہی کر و میرا کیا کرتے ہو۔

قدیر۔ کروں گا یہ کہ جان سے مار ڈالوں گا۔

فیروزہ۔ مجھے اب زندگی کی ضرورت نہیں ننھی بچہ کے بعد مجھے زندگی کو کیا آگ لگانا ہے۔

قدیر۔ آخر تم اتنا تو بتاؤ کدھر گئی۔

فیروزہ۔ جب میں نے بھگوایا اور تم کو خبر نہ کی تو اب پتہ کیوں بتاؤں۔

قدیر۔ یہ وقت فضول باتوں کا نہیں ہے آخر تمہارا اس بھی تو کوئی چیز ہے میری رائے تو یہ ہے کہ اسی کی نند سے پتہ چلے گا۔

فیروزہ۔ پتہ لگا کر و گے کیا ننھی نہیں بچہ نہیں کہ مار کر چمکار کر لے آؤ اور سارے محلہ کو خبر ہو گی۔ وہ ساتھ آنے کی نہیں کیوں اپنی بات کھوتی اہی تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو۔

(۲۱)

بیگم! یہ تمہارا شمامۃ العنبر اور حنا سب سے بہتر ہے مگر تم نے کبھی انگریزی خوشبوؤں کا استعمال نہیں کیا۔ ہندوستانی تو اس قدر تیز ہوتی ہیں کہ بعض دفعہ ان کی کثرت سے سر میں درد ہونے لگتا ہے ان کی اول تو خوشبو اچھی اور ہلکی دیکھو کس قدر ہیں یہ لو سونگھو دیکھو کیسی نازک خوشبو ہے لو تم جلدی کپڑے بدلو گاڑی تیار کھڑی ہے۔

نند۔ بھابی جان لیجئے میں تو تیار ہو کر آ گئی آپ نے ابھی تک کپڑے بھی نہیں بدلے سر کھولے بیٹھی ہو لاؤ میں جلدی سے چوٹی گوندھوں۔

حشمت۔ مجھے باغ چلتے ہوئے ذرا ڈر لگتا ہے کہیں راستہ میں ابا جان نہ مل جائیں۔
شوہر۔ مل جائیں گے تو کیا حرج ہے مل جائیں اسی بہانہ سے ملاقات ہو جائے گی
حشمت۔ واہ وہاں۔ تو آفت پڑ رہی ہے اُسدن سے چولہے میں آگ تو سلگی نہیں
شوہر۔ آخر کب تک ؟
نند۔ بھابی جان آج دریا پر چلیں گے ۔
بھائی۔ پہلے باغ چلی چلو اسوقت کا کھانا تو وہیں کھائیں گے وہاں سے پھر دریا پر چلیں گے۔
حشمت۔ نہیں پہلے دریا پر چلو لوٹتی دفع باغ میں ٹھیریں گے۔
شوہر۔ تم اسوقت اس قدر خاموش کیوں ہو۔ وہ گلابی دوپٹہ اوڑھو ۔
حشمت۔ خاموش نہیں مجھے اباجان سے ڈر لگ رہا ہے سنا ہے ان کی حالت بہت
خراب ہے اور اماجان بھی غصہ میں آگ بگولا ہو رہی ہیں ۔
شوہر۔ اچھا تم وہ گلابی دوپٹہ نکالو اس کی کچھ پرواہ نہ کرو ۔
حشمت۔ کونسا گلابی رنگ کہہ رہے ہو ۔
شوہر۔ وہی بنارسی ۔
حشمت۔ وہی تو نکالا ہے ۔
نند۔ بھابی جلدی کیجئے دیر ہو رہی ہے ۔

(۲۲)

یوسف شاہی خاندان میں اس سے پہلے بیوہ کا نکاح جب سے خاندان اس لقب سے ممتاز ہوا کبھی نہ ہوا تھا اور ان کی یہ ادا تمام شہر میں مشہور تھی حشمت کا نکاح معمولی بات نہ تھی، کنبہ بھر میں تہلکہ مچا دیا لطف یہ کہ لوگ مردے کی طرح جمع ہو ہو کر افسوس کرتے تھے ظہیر کے چالیسویں میں بھی یہ ماتم پرسی نہ ہوئی ہوگی جو حشمت کے نکاح میں ہوگئی قدیر کے زخم پر یہ عبارت ایک قسم کا نمک تھی اور وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ جان

رہے یا جائے مگر حشمت کو ایک دفعہ اس کے کرتوت کا مزہ چکھا دوں شہر کی خبر چھپی نہیں رہتی پتہ لگ گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نہ شرع محمدی قرار پایا اس خبر نے اور بھی رہا سہا گونہ کر دیا سوچتے سوچتے ایک یہ تدبیر سمجھ میں آئی کہ فرضی دعویٰ کر دونوں میاں بیوی کو ایسا ذلیل کروں کہ جیل خانہ میں بیٹھ بیٹھ کر مر جائیں۔

عمر مقدمہ بازی میں گزری تھی دوست آشنا بھی اسی رنگ کے تھے قدیر کا خیال ظاہر کرنا تھا کہ چاروں طرف سے تائید ہوئی اور ایک فرضی شوہر قرار دے کر غریب شوہر پر اغوی کا دعویٰ دائر کر دیا گیا۔

ہارون لاکھ تھانہ دار کا بھائی تھا۔ مگر قدیر جیسے چالیئے کو نہ پہنچ سکتا تھا کوتوال صاحب نے ہر چند کوشش کی مگر عدالت کو واقعات سے بحث نہ تھی بحث صرف مسل سے تھی میاں بیوی بے خبر بیٹھے تھے اور بہال بہال نہ کہ گرفتاری کا وارنٹ پہنچا نقد ضمانت کا بندوبست باوجود سخت کوشش کے جلد نہ ہو سکا اور دونوں گرفتار ہو کر حوالات میں پہنچے۔

یہ وہ کامیابی تھی جس نے قدیر کو باغ باغ کر دیا جس وقت دونوں میاں بیوی گرفتار ہو کر عدالت میں آئے مرزا قدیر اور اس کے دوست خوشی کے مارے بغلیں بجا رہے تھے ہم کو دوستوں اور عدالتوں کے معاملوں سے کام نہیں افسوس یا حیرت سمجھو صرف قدیر کی حالت پر ہے۔ "یا آن شور اشوری دریا باین بے نمکی"۔ یا تو وہ غیرت کہ جان نکل جائے اور بیوہ کا نکاح نہ ہو یا یہ بے غیرتی کہ باپ اپنی آنکھ سے لڑکی کو بے پردہ گرفتار ہو کر ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں عدالت کے سامنے دیکھے اور خوش ہو۔

قدیر سے زیادہ فیروزہ کی حالت تعجب انگیز ہے کہ وہ بھی میاں کی خوشی میں برابر کی شریک تھی اور جب سے یہ سنا تھا کہ دونوں میاں بیوی گرفتار ہو گئے عید تھی ظہیر کی مرت کا صدمہ دل سے فراموش تو کیا ہوتا مگر بظاہر کبھی بھولکر بھی اسکو نہ یاد کرتی شہر میں ہر شخص یوسف شاہی اور مرزا قدیر کا بھائی نہ تھا بہت سے تھے جو قدیر کی اس

غلطی پر لعن طعن کرتے مگر وہ اپنی بے حیائی میں ایسا مگن تھا کہ ذرہ بھر پرواہ نہیں تھی
پتی کر جب اہلکاران پولیس دونوں ملزموں کو لے کر چلے ہیں وہ جوش مسرت میں
آگے بڑھا اور قریب جا کر کہا۔
تجھ ناہنجار لڑکی نے اپنے کرتوتوں کا انجام دیکھ لیا اگر اب بھی اپنے گناہ پر نادم ہو
اور توبہ کرے تو میں موجود ہوں کہ تیرا قصور معاف کر دوں گا مگر اس مردود کو تو
انشاء اللہ سزا سخت کرا دوں گا اور مزہ چکھاؤں گا کہ عمر بھر یاد رکھے گا۔
دونوں خاموشی کے ساتھ قدم اٹھا رہے تھے شوہر کے ہاتھ میں ہتھکڑی تھی
لیکن اس کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلتا تھا قدیر نے پھر چلکر کہا۔
وہ تھانہ داری اور ضلعداری سب رکھی کی رکھی رہ گئی لڑکی کو بہلا پھسلا کر قبضہ
میں کیا اب اس کا نتیجہ بھگتا اور ابھی کیا ہے ابھی تو دیکھو کیا دکھاتا ہوں تو ہی جو دس برس
سے زیادہ کو نہ بھیجوں۔
اس کے جواب میں بھی دونوں ملزم خاموش تھے اور تماشائیوں کا جم غفیر دیکھ رہا
تھا یہاں تک کہ دونوں یہ اور پوری جماعت وہ مع اپنے وکلا کے کمرہ عدالت میں حاضر ہوئی
قدیر کا دوست نصیر فرضی شوہر تھا اس نے حلفیہ بیان کیا کہ بیوہ ہونے کے بعد اس
کی شادی قدیر نے مجھسے کر دی تھی چونکہ یہ شخص اس کا دیور ہے اسلیئے بہن کی وساطت
سے اغوا میں کامیاب ہوا۔
سب سے پہلے مرزا قدیر کی شہادت ہوئی اور اس نے نہایت زور سے دوست
کی تائید کی اس کے بعد اور شہادتیں ہوئیں اس قدر پکی کہ ملزموں کا وکیل منہ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔
قدیر اور اسکی جماعت وہ لوگ تھے جن کی عمر میں اس ٹڈنگ سنجے میں بسر ہوئی تھیں نہ
معلوم کتنے بیگناہوں کو جیل خانہ پہنچایا اور کتنے مجرموں کو رہائی دلوائی عدالت ان کے گھر کی گھڑنائی
تھی کہ صبح کھانا کھایا اور چل کچہری وکیل مخالف نے ہر چند جرح میں کوشش کی کہ شہادت

میں اختلاف ہو جائے مگر ایسے پکے اور مضبوط تھے کہ قدم جگہ سے نہ سرکا۔

آج ضمانت کا بندوبست ہو چکا تھا وکیل ملزمان نے درخواست کی مگر شہادت کا اثر عدالت کے دل پر اتنا جم چکا تھا کہ درخواست نامنظور ہوئی اور پھر دونو میاں بیوی حوالات بھیج دیئے گئے۔

قدیر اور جماعت قدیر نہیں خود عدالت نے اور چوری چھپے نہیں علی الاعلان حشمت سے کہا کہ اگر وہ رہائی چاہتی ہے تو آپکے ساتھ شوہر کے گھر چلی جائے۔ ملزم اپنے جرم کی سزا پائے گا لیکن حشمت نے حقارت سے اور نفرت سے اس تجویز کو ٹھکرا دیا۔

مقدمہ کی پیشیاں ہوتی رہیں اور ہر پیشی قدیر اور اسکی جماعت کی خوشی کا دن بڑھا دیتی تھی اور ادھر حشمت اور اس کے شوہر کی امید رہائی کو کم کرتی جاتی تھی شاید چوتھی پیشی پر فرد جرم لگادی گئی اب صفائی کی شہادت کا وقت تھا اور دونو میاں بیوی اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کی بریت کی شہادت دینے والا خدا کے سوا کوئی نہیں جب وقت فرد جرم کے بعد دونو عدالت سے چلے ہیں اُس وقت احاطہ عدالت میں حشمت شوہر کے قدموں میں گر پڑی اور کہا:۔

تم نے مجھ جیسی محسن کش عورت سے نکاح کا مزا چکھ لیا یہ اذیت جو میرے حقیقی باپ کے ہاتھوں پہونچی اسکی ذمہ دار میں خود ہوں میری روح کانپ رہی ہے جب میں سوچتی اور کہتی ہوں کہ ایک بے گناہ انسان میری وجہ سے حوالات کی سختیاں دن رات بھگت رہا ہے۔ کاش اس سے پہلے کہ مجھ جیسی ناہنجار لڑکی عنبتی فنا ہو جاتی اور کاش اس سے پہلے کہ مجھ جیسی نافرمان عورت کو جیل خانہ بھیجدیتا گلا گھونٹ دیتا جس طرح یوسف شاہی خاندان کی میں پہلی بیوہ ہوں جس نے دوسرا نکاح کیا اسی طرح اس خاندان کی میں پہلی بیوی جس کی بدولت اس کا شوہر اس عدالت میں مجرم قرار دیکر قید با مشقت کی سزا بھگتے گا۔ جھوری تتابوٹی کر دیتی شفقت میرے ہاتھ پاؤں توڑتی اور رسوائی میرے خاندان کی آبرو

ملیامیٹ کر دیتی لیکن یہ نہ ہوتا کہ ایک بیوی کی بدولت اس کا شوہر ایسی سخت سزا پاتا جس کو دیکھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اسوقت تک کی کارروائی جو کچھ ہوئی انجام کا حال اچھی طرح سنا ہی ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ فیصلہ ہم دونوں میاں بیوی میں فراق ابدی کر دے گا لیکن میرے آقا میں اسوقت اس سر کو قدموں پر رکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر اور ان قدموں کی بلائیں لے کر عرض کرتی ہوں کہ خدا کا واسطہ میرا قصور معاف کر دینا +

فیصلہ کیسا ہی ہو مگر موت اب بالکل قریب ہے لیکن مجھ سے بڑھکر نامراد مجھ سے زیادہ ناشاد مجھ سے بڑھ کر بدتر بیوی مجھ سے ارذل عورت کون ہوگی اور ہستی ہے جس کی وجہ سے ایک بے قصور انسان کو یہ دن دیکھنا پڑا +

شوہر کے ہاتھ میں ہتھکڑی تھی تاہم اس نے رکتے رکتے حشمت کا سر جھک کر اٹھایا اور سب کے سامنے اپنے سینہ سے لگا کر کہا :-

جس صداقت اور خلوص کا ثبوت تم نے اس امتحان میں دیا وہ دنیا کی دوسری بیویوں کے واسطے ایک سبق ہے تم نے اس تکلیف اور اذیت میں کہ رہائی باسانی ممکن تھی اپنے آرام اور راحت کو میرے آرام پر قربان کیا حالانکہ ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن میرے تعلقات چاردن کے ہیں +

حق یہ ہے کہ اس موقع پر میں تمہارا شکریہ جس قدر ادا کروں تھوڑا ہی مگر اگر اس قید میں نوشتۂ تقدیر ہے تو مضائقہ نہیں ہم نے جو کچھ دیکھا وہ سچائی کے راستہ میں اسلئے ہم کو ہراساں نہ ہونا چاہئیے اور یقین کرنا چاہئیے کہ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے +

قدیر اور اس کے حوالی موالی یہ منظر اپنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے حشمت کی التجا اور اس کا گڑگڑانا ودچارنے نہیں سینکڑوں آدمیوں نے سنا اسکی تقریر اس قدر موثر تھی کہ بعض کے آنسو نکل پڑے اور کئی لوگ نے وہیں کھڑے کھڑے قدیر پر لعن طعن شروع کر دی +

یہ سب کچھہ منظور تھا مگر اب بھی قدیر کے دل کی بھڑاس نہ نکلی تھی اور وہ مونچھوں پر تاؤ دے دیکر آواز بلند کہہ رہا تھا کہ دس برس سے کم نہ پہو نچواؤں گا ٭

صفائی کی شہادت میں کوتوال غریب نے اور نیز تھانہ دار کے عزیزوں نے جو کچھہ امکان میں تھا کوشش کی اور ہر چند زور لگایا مگر کجا مرزا قدیر شہر کا گز گلی گلی اور کوچہ کوچہ سے واقف آدمی آدمی اور بچہ بچہ سے آشنا کجا یہ غریب پردیسی شہادت ناکافی ہوئی اور فیصلہ کی تاریخ مقرر ہو گئی ٭

داروغہ جیل کی عنایت سے عشمت کو جیل خانہ میں قلم دوات میسر آئی اور اسوقت جو آخری خط اس نے مسلمانوں کے نام لکھا اسکی ایک نقل یہ ہے ٭

آج مسلمانوں میں مجھ جیسی سینکڑوں ہزاروں رانڈ عورتیں اپنے کلیجوں پر پتھر رکھے زندہ موجود ہیں یہ وہ عورتیں ہیں جن کا سہاگ اجڑ جانے کے بعد زندگی کی ہر خوشی ان کے واسطے حرام ہوئی - اور وہ صرف اس لیئے زندہ ہیں کہ جانوروں کی طرح اپنی زندگی ایک تنگ و تاریک گوشہ میں بسر کریں - یہاں تک کہ موت ان کو قبر میں لیجا کر سلادے ٭

یہ اس قوم کی کیفیت ہے جس نے خاک عرب سے اٹھنے والے ایک پیغمبر صلعم کی صدا پر لبیک کہی اور یہ دعوی کیا کہ مسلمانوں سے زیادہ کسی مذہب نے دنیا میں عورت کی حمایت نہیں کی - اگر منہ پر آنکھیں موجود ہوں اور پہلو میں دل زندہ ہو تو مسلمان ذرا ان بیوہ عورتوں کی حالت زار دیکھیں جنکو مردوں کے مظالم نے دنیا کی ہر نعمت سے محروم کر دیا وہ آنکھیں جو ایک بیوہ عورت کو دیکھتی ہیں اور یہ جانتی ہیں کہ مذہب نے اسکو اس قدرتی انعام سے محروم کر دیا - جو قدرت نے ہر مخلوق کو ساری تقسیم کیا پھوٹ جائیں اگر اس کی مصیبت پر دو آنسو نہ بہائیں ٭

کیا رونے کا وقت نہیں اور کیا مجھے یہ حق نہیں کہ میں اپنے آنسوؤں میں ہر اس شخص کو شریک کروں جو کلمہ توحید کا پڑھنے والا ہے کہ کتے کو تے بلی بندر تازہ ہوائیں

کھائیں پھولوں کی خوشبو سونگھیں اور بیوہ صرف بیوہ ان نعمتوں سے اسلیئے محروم ہو کہ خاندان کی آن اور مسلمانوں کی شان میں فرق آتا ہے ؎

ہادیئے برحق کو رسول اللہ صلعم سمجھنے والے مسلمان ذرا آنکھ ملاکر بات کریں اور ایمان سے کہیں کہ کیا جہالت کا زمانہ جب معصوم لڑکیوں کے گلے گھونٹ دیئے جاتے تھے اس سے بہتر تھا کہ وہ بڑی ہو کر اور بیوہ بن کر ان مظالم سے دور رہتی تھیں ؎

اس لیئے کہ ایک بیوہ عورت خدا اور خدا کے رسول کے مطابق نکاح ثانی کرتی ہے آج دنیا اسکی دشمن ہے دیکھنے کے قابل ہے یہ وقت کہ آدھی رات کو جیل خانہ کی دیواریں اسکی آغوش میں اور سرزمین مجلس اسکی گود میں پڑی اسکی حالت کا مرثیہ پڑھ رہی ہیں حقیقی ماں جس نے نو مہینے پیٹ میں رکھا پالا پوسا خون جگر پلاکر اور منہ کا نوالہ کھلاکر جوان کیا آج اسکی جان کی دشمن ہے اور سگا باپ جس نے ہمیشہ کلیجہ کا ٹکڑا کہا اس وقت خون کا پیاسا ہے صرف اس لیئے کہ وہ دوسرا نکاح کرتی ہے اور ان اختیارات سے کام لیتی ہے۔ جو شرع اسلام نے اسکو عطا کیئے ؎

مسلمانو! ایک بیوہ کی صدا ہوا میں گونجتی ہوئی تمہارے کان میں پہنچتی ہے یہ بے سود اور بے کار نہیں کچھ معنی رکھتی ہے جب کسی بیوہ عورت پر نظر پڑے اس دن دست کوتاہ کر لینا اور سمجھ لینا کہ قدرت کی وہ بدنصیب ہستی جو تمہارے مظالم سے کلیجہ مسوس کر رہ گئی اور آج تمہاری قید میں تمہارے بس میں اس جانور کی طرح دن پورے کر رہی ہے جو پنجرے میں سر پٹک رہا ہے ؎

بہنیں بیٹیاں بھاوجیں بہوئیں یہ وہ رانڈیں ہیں جن کے منہ پر اسلام نے جیلی مہر لگادی مگر ان کے کلیجے جہاں آرا چھوپی کی طرح آہوں کا دھواں نکال رہے ہیں اور آئے گا ضرور آئے گا وہ وقت جب یہ دھواں خدا کا غضب بنکر نازل ہوگا اور بتادے گا کہ یہ ہے وہ چنگاری جس نے جلیل القدر سلطنتوں کو تاراج و برباد اور

بغداد جیسے شہر کو جلا کر سیاہ کر دیا تھا ۔

مسلمان بھائیوں بزرگوں اور بچوں اس بیوہ بدنصیب کا سلام قبول کرو جو آج باپ کے جھوٹے دعویٰ کی بدولت حراست میں بیٹھی تم کو یہ پیام پہونچا رہی ہے اس کا پردہ ٹوٹا اسکی عزت برباد ہوئی اسکی رسوائی گلی گلی کوچہ کوچہ ہوئی اور آج دنیا کے کروڑوں مسلمانوں میں ایک شخص ایسا نہیں جسکی آواز اسکی حمایت میں اٹھتی اور زبان سے کلمۂ حق نکالتی ۔

(۲۴)

مقدمہ سے ایک روز قبل جب وہ رات سر پر آئی جسکی صبح ادھر دو میاں بیوی کی اور ادھر ان دو میاں بیوی کی تمام توقعات کا فیصلہ کرنے خوشی کے مارے فیروزہ اور قدیر دونوں کی باچھیں کھلی جاتی تھیں سزا کا یقین ان ہی دونوں کو اور ان کی جماعت کو کیا ہر شخص کو تھا صبح کے وقت بجائے دس بجے کے آٹھ ہی بجے سے قدیر اور اس کے احباب کچہری پہونچ گئے عجیب چہل پہل تھی بیسیوں آدمی مقدمہ کا نتیجہ دیکھنے کے واسطے آ گئے تھے دس بجے کے قریب جب ملزم عدالت میں آئے تو قدیر نے آگے بڑھ کر حشمت سے کہا :-

تو نے دیکھا کہ شریف لڑکیاں اپنی خوشی سے جو کچھ کرتی ہیں اور بزرگوں کی صلاح نہیں لیتیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے ۔ آج وہ وقت ہے کہ تو ایک مدت کے واسطے جیل خانہ کی سزا بھگتنے کے لئے ہم سے جدا ہوتی ہے یہ سب تیرے اپنے اعمال کی سزا ہے اور تو اسکی سزاوار ہے کہ جیل خانہ میں سڑتی ہوئی مر جا ۔

اس کا جواب حشمت نے کچھ نہ دیا لیکن اسکا شوہر مسکرایا اور کہا جس عدالت کا فیصلہ ہماری سزا ہوگی یہ حقیقی نہیں اصلی عدالت ایک اور حاکم کی ہے جہاں ہم اور آپ دونوں دیر سویر حاضر ہونے والے ہیں ، ہمارے قید کے اور آپ کے آزادی کے دن بسر ہو جائیں گے اور بہت جلد موت ہم چاروں کی قید اور آزادی ختم کر دیگی لیکن جب وہ وقت

آئے گا، اور حقیقی فیصلہ ہوگا اُسوقت کا نتیجہ ختم ہونے والا نہیں ہمیشہ رہنے والا ہے۔
جس طرح آپ اس فانی فیصلہ کے منتظر ہیں، اسی طرح ہم اس حقیقی فیصلہ کے جو ایسی قوت کا ہوگا جس کے روبرو دنیا کی ہر طاقت سرنگوں ہے۔
قدیر اسکا جواب سُن کر مسکرایا دوستوں نے قہقہے لگائے اور کمرۂ عدالت سے ملزموں کی طلبی ہوئی۔
گیارہ بجے تھے کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا کہ یہ الفاظ دیواروں نے اپنی گود میں لیے۔
مسماۃ حشمت جہاں تین سال اور ہارون کو سات سال قید سخت کی سزا دیجاتی ہے
قدیر کھلکھلاتا ہوا باہر نکلا۔ دوستوں میں مبارک سلامت کی دھوم ہوئی اور دونوں ملزم مجرم کی حیثیت سے بھیجدیئے گئے۔
یونتو بہت سے آدمی تھے جن پر اس واقعہ کا اثر خاص طور پر ہوا لیکن کرنال صاحب نے یہ دو کام کیئے ایک حشمت کا پیام شایع کردیا دوسرے اسکا مرافعہ دائر کردیا۔

(۲۴)

شاید اس سے زیادہ رحجانی کا منظر انسانی آنکھیں مشکل سے دیکھیں گی کہ بیٹی کو جیل خانہ پہنچا کر باپ نے ایک جشن منایا دوستوں احباب، ہو میں کھانے کھلائے مٹھائیاں اڑیں ناچ رنگ ہوئے مگر جس طرح زندگی کی تمام خوشیاں اور آرام کا اثر بتدریج فنا ہوتا ہے چند روز بعد قدیر خوشی اور حشمت کا رنج کم ہوتا شروع ہو گیا۔
دو مہینہ سے زیادہ ہو گئے کہ حشمت اور اس کا میاں دونو قید کی سخت مصیبتیں جھیل رہے ہیں تیسرے مہینہ کے دو دن گزرے تھے کہ عدالت اپیل سے ایک حکم جیل خانہ کے نام پہونچا کہ تیرہ تاریخ کو حشمت جہاں بمع اور ُھا کر حاضر کی جائے۔
قدیر کو حکم پہونچا کہ وہ خود اور مدعی شوہر دونوں حاضر ہوں اس کے ساتھ ہی ہارون بھی طلب کیا گیا۔ اس حکم نے تمام شہر میں کھلبلی مچادی قدیر اور اسکی جماعت سب حیران

بھتے کہ عدالت اپیل میں یہ نئی کارروائی کیسی مسل پر فیصلہ ہونا چاہیے۔ وکلا نے بھی ان احکام کو تعجب سے سُنا۔
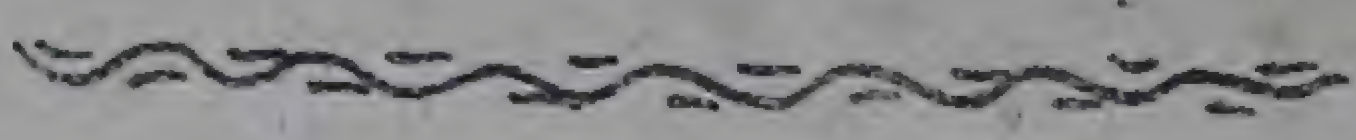
فیصلہ کے روز ایک جم غفیر مسلمانوں کا عدالت میں تماشہ دیکھنے آیا جب پانچسو آدمی جمع ہو گئے تو جج نے کہا مسل سے معلوم ہوتا ہے کہ حشمت جہاں ہمیشہ ڈولی اور برقع میں حاضر ہوئی اس لیئے یہ ظاہر ہے کہ اس کا چہرہ عدالت میں کسی غیر مرد نے نہیں دیکھا وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے اس شخص کی جو شوہر بتایا جاتا ہو اس سے پہلے کبھی صورت نہیں دیکھی یہ تین برقع پوش عورتیں اور موجود ہیں اور یہ ایک قسم کا ایک جوڑا ہے جو یہ تینوں پہنے ہوئے ہیں حکم دیا جاتا ہے کہ حشمت جہاں یہ جوڑہ پہن کر پسپت کے کمرہ میں حاضر ہو اور مدعی اسکی شناخت کرے۔

اب قدیر اور مدعی تینوں کے ہوش اڑ گئے فرضی شوہر نے آجتک حشمت جہاں کی صورت نہ دیکھی تھی جب چاروں عورتیں جمع ہوئیں تو جج صاحب فرضی شوہر کو لے کر اندر پہنچے۔

فرضی شوہر نے چاروں پر نظر ڈالی مگر چونکہ صورت سے واقف نہ تھا بغلیں جھانکنے لگا۔ جب جج صاحب نے زیادہ زور دیا تو قدموں پر گر پڑا اور کہا:-

میں فرضی شوہر ہوں میں نے حشمت جہاں کی صورت اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی میں نہیں پہچان سکتا۔

معاملہ طے ہو گیا دونوں ملزم رہا کیئے گیئے اور عدالت نے حکم دیا کہ مرزا قدیر اور فرضی شوہر پر مقدمہ چلایا جائے۔

اسوقت عشمت جہاں جج صاحب کے قدموں میں گری اور عرض کیا ایک مسلمان عورت کے واسطے اس کا خود قید ہو جانا خواہ وہ کتنی ہی بیگناہ ہو اس سے

بہت بہتر ہے کہ اسکی وجہ سے اس کا باپ جیل خانہ جائے۔
آسمان پھٹ پڑے اور میں مرجاؤں زمین شق ہو اور میں سما جاؤں اس سے پہلے کہ میری وجہ سے باپ کسی مصیبت میں گرفتار ہو۔
جج صاحب! جہاں اتنا کرم کیا کہ فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوا وہاں یہ احسان اور کیجئے کہ میرے ابا جان کو اس مصیبت سے رہائی دلوایئے۔
جج صاحب نے حشمت جہاں کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ کچھ شک نہیں کہ ایک نیک بیٹی کا کام یہی ہونا چاہئے جو تو نے کیا تو وہ بے مثل لڑکی ہے جس پر تیری قوم ہمیشہ فخر کرے گی تیری سفارش منظور کرتا ہوں اور ان دونوں کو چھوڑتا ہوں۔
حشمت جہاں باپ کے قدموں میں گری اور کہا:۔
میرے قصور معاف کیجئے اور اپنی خوشی میرا ہاتھ اس شوہر کے ہاتھ میں دیدیجئے۔
قدیر کی آنکھ سے زار و قطار آنسو بہ رہے تھے اس نے خواہش کی کہ حشمت گھر چلے مگر حشمت نے کہا:۔
"ابا جان اب یہ منہ عزیزوں کے دکھانے کے قابل نہیں"
ایک دفعہ حشمت اور باپ کے قدموں پر گری اور "خدا حافظ"
کہہ کر شوہر کے ساتھ روانہ ہو گئی۔
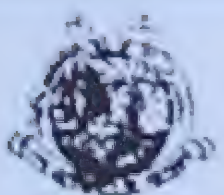
تصانیف عالیجناب قاری محمد سرفراز حسین صاحب

مسلم مشنری سیاح جاپان انگلستان وغیرہ

طوائف کی پُراسرار زندگی کے متعلق معلومات بہم پہونچانیوالے ۶ اخلاقی ناول

(۱) سعید

اسمیں ایک تعلیمیافتہ نوجوان مسلمان اور ایک پاتر کے جذبات دلی کا خاکہ کھینچا گیا ہے حسن و عشق کے معاملات پر نہایت لطیف بحث کی گئی ہے اور انجام اخلاقی فلاح پر کیا گیا ہے۔ قیمت آٹھ آنے (۸؍)

(۲) سعادت

اسمیں دہلی کی ایک تعلیم یافتہ سلیقہ مند، خوبصورت طوائف کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہی ناچ رنگ حسن و عشق، وصال و فراق ہر ایک کا دلچسپ نقشہ کھینچا گیا ہے عاشق و معشوق کی پُر لطف خط و کتابت ہے انجام کار دونوں کو راہ راست نصیب ہوتی ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۸؍

(۳) شاہدِ رعنا

اسمیں دہلی کی ایک ٹیرہ دار طوائف کی "خود نوشت" سوانحمری ہی ایک فرسٹ کلاس طوائف کی کمسنی سے لیکر بڑہاپے تک کی لائف نہایت سنجیدگی کیساتھ لکھی گئی ہے دہلی کی ٹکسالی زبان میں کیرکٹروں کا سراپا کھینچا گیا ہی اس ناول میں بہت سے قسم کے لوگوں کا بیان ہی ہر طبقہ کی زبان۔ ہر طبقہ کی معاشرت اور ہر طبقہ کے مذاق کا مرقع ہی زبان نہایت سلیس ہی قیمت عہ

(۴) سزائے عیش

شاہد رعنا کامیڈی ہے اور سزائے عیش تریب ٹریجیڈی کے ہی مگر انجام پر نظر کیجیے، تو کامیڈی ہے

بہی بڑھ گیا ہی. فلسفہ حسن وعشق وتفریحات عامہ پر فلسفیانہ بحثیں کی گئی ہے. مگر دلچسپ پیرایہ اور عام فہم زبان میں مزید برآں ایک دلچسپ نقشہ دیا گیا ہی جسمیں ایک شریف گھر اور ایک طوائف کے کوٹھے کا دن رات کا قائم یثیل ونح ہی بایں ہمہ متانت کو کہیں ہاتھ سے نہیں جانے دیا قیمت ۱۰ر

(۵) انجام عیش

اس ناول میں پاکیزہ زندگی اور مروجہ بدکاری اور آوارگی کی زندگی کے مختلف پہلو ایسی تحقیق و تدقیق کے ساتھ دکھائے گئے ہیں کہ نوجوانوں کو اس سے بہتر سبق آموز کتاب ملنی دشوار ہی کیونکہ پبلک کو اب تک ان امور کو علمی اور سائنٹفک طور پر تحقیق کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوئی جن کے معلوم کرنے سے جوانوں کی زندگیاں خطرات سے بچ سکتی ہیں ای کے ساتھ ہماری سوشل معصیت کا جو جزو اعظم (یعنی طوائف) اسکے مدارج ترقی اور تنزل کے نتائج نہایت سادہ اور قدرتی طور پر ظاہر کئے گئے ہیں کہ وہ ترقی بھی عبرت حاصل کر سکیں قیمت ۱۱ر

(۶) سراب عیش

اس میں طوائف سے نکاح کر کے ان کو بہو بیٹیوں میں لاکر ملانے کے نتائج پر دلچسپ پیرایہ میں روشنی ڈالی گئی ہے اور تحقیق و تدقیق کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا. جو جو اصلاحیں ملکی یا میونسپل قوانین کے ذریعہ سے ممکن ہیں ان کی صراحت کی گئی ہے. ایک بڑی نائکہ کے حالات کا پورا خاکہ کھینچا گیا ہی قیمت ۱۰ر

احیاء ملت

اس میں بغرض اجتہاد بعض اہم مذہبی اور سوشل اصلاحات کو علماء امت کے سامنے پیش کیا ہی قیمت ۳ر

انیس الغربا

اسمیں غریب مسلمانوں کی بہبودی کی بیشمار باتیں سہل زبان میں جمع کر دی گئی ہیں قیمت آٹھ آنے ۸ر

لطف زندگی - ایک مختصر مگر دلچسپ قصہ قیمت ۳ر **دل کا عجائب خانہ** - ادبی مضامین کا مجموعہ قیمت ۱۲ر

جملہ کتب ملنے کا پتہ:- **دفتر رسالہ تمدن ٹیا محل دہلی**

انتباہ چونکہ اس کتاب کا دائمی حق اشاعت مجھے دیدیا گیا ہی اس لئے اب کوئی صاحب چھاپنے کی جرأت نہ فرمائیں. نیز جس کتاب پر میرے دستخط نہ ہونگے وہ مسروقہ سمجھی جائے گی. محمد عباس حسین قاری ایڈیٹر رسالہ تمدن دہلی